

محدث دوراں، افقہ زماں، عالم ربانی  
رحمہ اللہ

# حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

فتاویٰ رشیدیہ اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

چند پہلو اور مختصر معلومات

نور الحسن راشد کاندھلوی

عاصمتہ الہند دہلی کے اس جنوبی [مائل بہ مشرق] خطہ یا علاقہ میں، جس کو دریائے گنگا و جمنا سے گھرا ہوا ہونے کی وجہ سے، دو آبہ [گنگا و جمنا] کہا جاتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر، ایسی دس بارہ چھوٹی بڑی بستیاں، یا ایسے قصبہ آباد ہیں، کہ جن کا برصغیر ہند کی آخری دور کی، دینی علمی عرفانی کارناموں اور اصلاحی عملی جدوجہد میں بہت بڑا حصہ رہا ہے، ان بزرگوں، علمائے کرام، محدثین و مفسرین، مصنفین اور اہل فضل و کمال کی وجہ سے، اس خطہ کو پوری مسلم دنیا میں ایک احترام اور دینی نسبت حاصل ہے۔ اگرچہ اب وہ چراغ گل ہو چکے ہیں، ان محفلوں کے دما سے ٹھنڈے پڑ چکے ہیں اور بعض بستیوں میں تو یہ جاننے والا بھی کوئی نہیں رہا، کہ فلاں فلاں کون تھے، نہ ان کے اعمال اور طریقہ کار میں دلچسپی باقی ہے، نہ ہی ان کے احوال و سوانح اور علمی ورثہ کو زندہ و تازہ کرنے میں، تاہم ان بزرگوں کی نسبت اور خدمات و اثرات کی وجہ سے، اب بھی ان بستیوں کا نام، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہے اور یہاں کے حضرات کی دینی علمی خدمات اور کارنامے، پوری دنیا اور ملت اسلامیہ کے لئے پیغام عمل اور اسوۂ حیات بنے ہوئے ہیں۔

بہر حال ان ہی بستیوں یا قصبہات میں سے ایک قصبہ، گنگوہہ [Gangoh] بھی ہے، جو مغل دور حکومت سے ضلع سہارنپور کا حصہ چلا آ رہا ہے۔ اس قصبہ کی قدیم تاریخ بھی، اس علاقہ کے اور قصبہات کی طرح تاریخ کے اندھیروں میں گم ہے۔ ان بستیوں بلکہ پورے علاقہ کی، ماقبل مسلمانوں کی سرگذشت کے متعلق کچھ کہنا ممکن نہیں۔ ہندو روایات

اور دیو بالا [Metha Logy] کی رو سے تو اس علاقہ کی بعض آبادیوں [قبضات] کی تاریخ مہابھارت کی لڑائی، یعنی تقریباً ڈھائی تین ہزار قبل مسیح تک جاتی ہے، مگر ان روایات و اطلاعات کی تصدیق نہایت مشکل ہے۔

دہلی میں مسلم دور حکومت کے آغاز کے بعد بھی، تقریباً دو صدیوں تک، ان بستیوں اور یہاں کی کسی شخصیت کا، کوئی معتبر تذکرہ و تعارف نہیں ملتا، صرف اس قدر معلوم ہے کہ اس علاقہ میں کوئی باقاعدہ نظام آبادی اور حکومت نہیں تھی، بلکہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، جن کو اس دور کی اصطلاح میں گڑھی (Gadhi) کہا جاتا تھا، اس میں کسی ایک بڑے خاندان کے مختلف قربات و داروں کا علیحدہ علیحدہ نظام ریاست تھا، جو کسی ایک بڑے انتظام سے جڑا ہوا نہیں تھا، ہر ایک زمیندار یا راجوارہ، اپنی زمین پر چار دیواری میں حاکم تھا، نہ باہر کی دنیا سے، ان کے زیادہ روابط کا پتہ چلتا ہے، نہ ہی ان کے نظام اقتدار کے خاص شعبوں اور طریقہ کار کی خبر ملتی ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان ریاستوں کا تاریخ کے اوراق پر معتبر تذکرہ اور برصغیر کی عہد اسلامی کی تاریخوں میں ان کا نام نہیں آیا۔

اس پورے خطہ میں مسلمانوں کے آنے اور قیام فرمانے کی اطلاعات کا، عموماً آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی، ۱۳۰۰ء کے بعد) سے آغاز ہوتا ہے، اس وقت بھی کسی بڑی بستی کے آباد ہونے، یا اس کے متعلق تاریخ کی روایت کا تسلسل نہیں ملتا، بلکہ بیشتر ان روایات کا تعلق اس نواح کی بستیوں اور ان کے اطراف میں موجود، بزرگان دین اور مشائخ کرام سے ہے، جو حکومت اور اقتدار کے ہنگاموں، شہروں کی ترقیات و زینت اور هجوم غلاتی سے یکسو ہو کر، عبادت و ریاضت کے خیال سے اس نواح کے گھنے جنگلوں، آبادیوں سے دور مقامات اور چشموں کے کناروں پر پہنچ کر، خاموشی سے قیام فرما ہو جاتے تھے اور اپنے تمام اوقات ذکر و فکر اور یاد الہی میں گزارتے تھے، پھر جیسے جیسے ان کے کمالات کی خوشبو بہکتی اور ان کے روحانی دھرموں کی آواز آبادیوں تک پہنچتی، یہ پرانے آبادیوں میں تبدیل ہو جاتے اور ان حضرات کی جانب مخلوق کی رجوعات کی کثرت، ان بے نام و نشان گوشوں کو، نگہستانوں اور قابل قدر آبادیوں میں تبدیل کر دیتی تھی۔ گنگوہ کے سلسلہ میں بھی اسی قسم کی روایات ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ایک عارف کامل تنہا تشریف لائے، اس وقت یہ جگہ ایک چھوٹے سے راجہ گنگ کی ریاست یا بڑی گڑھی [Badi Gadhi] تھی، جس کی بعد میں مسلمانوں کی ایک جمعیت سے معرکہ آرائی ہوئی، جس میں راجہ مارا گیا، (۱) یوں یہاں مسلمانوں کے آنے، آباد ہونے کا راستہ کھل گیا۔ وقفہ وقفہ سے کئی گھرانے اور مختلف خاندانوں کے

(۱) یہ روایت کسی قدر تفصیل سے مفصل سہل چند مہاراجہ میہاراج کے مکتبہ میں درج ہے۔ سہل چند کشنور (ڈیڑی کلکٹر، مطلع سہل چند مہاراجہ) نے بھی اپنی کتاب "سہل چند مہاراجہ" میں نقل کی ہے۔

مستطرح کرتے ہیں کہ ان کے تذکرہ میں کوئی راجہ گنگ تھا، جس نے اس جگہ کو اپنے نام سے یاد کیا ایک عہد مندر، قریب کاننناب تک موجود ہے۔  
تاریخ سہل چند مہاراجہ، مطلع سہل چند مہاراجہ، ۱۸۷۷ء۔

اصحاب یہاں آتے اور آباد ہوتے رہے، اسی میں وہ ایوبی، انصاری خاندان بھی تھا، جس کا ہندوستان میں سرسل (Sarsil) (۱) سے عروج و فروغ ہوا، اس خاندان کے چند افراد سرسل سے ترک اقامت کر کے، بہار، پور آئے، بہار پور سے اسی گھرانہ کی ایک شاخ رام پور منتقل ہوئی، گنگوہ رام پور کے قریب ہے۔ دونوں بستیوں کے خاندانوں میں درشت واریوں کی نسبت قائم ہوئی دونوں خاندانوں میں عزیزانہ تعلقات اور قربت داری کا سلسلہ ہمیشہ رہا۔ حضرت مولانا گنگوہی کے دادا، قاضی پیر بخش تک یہ شاخ بھی رام پور میں رہتی تھی مگر قاضی پیر بخش اپنے ماموں، شاہ قطب علی کی گنگوہ میں، سخت مخالفت و خصامت کی وجہ سے رام پور ترک کر کے گنگوہ آ گئے تھے۔ قاضی پیر بخش کا گنگوہ میں نکاح ہوا، اور تین فرزند تولد ہوئے، ان میں سے ایک مولوی ہدایت احمد، حضرت مولانا گنگوہی کے والد ماجد تھے۔

اس خاندان کے رامپور [منہارن] سے گنگوہ منتقلی کا سبب، آنے والے اصحاب ان کا دور اور اس سلسلہ کی معلومات مفقود ہیں، صرف شجر نسب کی چند کڑیاں یا واسطے معلوم ہیں، جو اس طرح ہیں:

شجرہ نسب حضرت مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی اکبر بن قاضی محمد سالم انصاری۔

یہ کل سات واسطے ہوئے، جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قاضی سالم گیارہویں صدی ہجری کے اوائل (سولہویں صدی عیسوی کے آخر) میں حیات ہوں گے، قاضی سالم کے اجداد، سلسلہ نسب اور دیگر تفصیلات دستیاب نہیں۔

والد ماجد حضرت مولانا کے والد مولانا ہدایت احمد، عالم فاضل، صاحب نسبت شخص تھے، خانوادہ ولی اللہی کے غلام (عالم شاہ محمد اسحاق سے؟) تلمذ تھا، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی ہے سلوک طے کیا اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ (۲)

(۱) سرسل پرانے ضلع میرٹھ اور موجودہ ضلع امیتھ میں، بدھوت سے میرٹھ جانے والی سڑک پر موضع بولی اور بڑی کے درمیان سڑک کے کسی قدر قریب واقع تھا، جو کسی عمارت میں مختلف برادریوں کا قیام تھا، جو انیسویں صدی کے اوائل میں خاندان کے جد امجد شیخ جلال الدین کا مکان ہے۔ اس نوع کے متعدد انصاری خاندانوں کا سلسلہ نسب شیخ جلال الدین سے ثابت ہے۔ تفصیلات کا یہیں موقع نہیں، اس خاندان اس کی ذیلی شاخوں اور ان کے نسب کی بھی تحقیق میں اسی خانوادہ سے وابستہ جناب شیخ الدین صاحب اکبر آباد ضلع بجنور، ریوینڈا انجیئر محل مقیم ہیں، گندھ اپنے واقعہ مطالعہ اور تحقیقات کی ہیں اور اس انصاری خاندان پر، شیخ الدین صاحب کی تفصیلی کتاب زیر ملاحظہ ہے۔

(۲) تذکرہ رشید ص ۱۱۱، اصل مولانا شیخ اول۔ جلالی انجم سلاطین ص ۱۱۱، مولانا ہدایت احمد کی شاہ غلام علی سے خلافت و اجازت کی، اگرچہ تذکرہ رشید وغیرہ میں صراحت ہے مگر مولانا غلام علی انجم مقامات نقہری ص ۱۱۱ لکھتے ہیں: حضرت شاہ عبدالحق مہدی، میں حضرت شاہ غلام علی کے خلفاء کی جو تفصیل فرست ہے، اس میں مولانا ہدایت احمد کا نام درج نہیں۔ علامہ مولانا عبدالحق مہدی ص ۱۵۸، ج ۱ ص ۱۸۰، مطلع احمدی، دہلی ۱۳۶۶ھ، لیکن اور بھی مختلف تذکروں میں شاہ عبدالحق کے بعض اور خلفاء کے نام بھی ملتے ہیں، ان کا بھی مولانا غلام علی سے تعلق ہے۔



مولانا جاوید احمد بھٹو نے سرکاری ملازم تھا۔ فرمیں کو کچھ آگے تھے۔ کچھ چار ہوئے۔ انھوں نے فرم چلی۔ پھر نو جوانی میں، بیچ بیکس سال کی عمر میں مدد آفرست انتہائی کی سیدھا ۱۹۵۵ء میں چھ ماہ کو تھوڑے ۱۹۵۳ء کو چھ ماہ یا اس وقت حضرت مولانا سات سال چند مہینہ کے تھے۔ مولانا جاوید احمد کہہ دیتے تھے۔ مولانا کی حالت احمد اور سعید احمد۔

**ولادت و بطوریت** حضرت مولانا کی ۹/ ۱/ ۱۹۵۵ء کو آبی مکان محلہ سرائے ٹنگوہ میں پیدا ہوئے۔ والدین کی جنگی زندگی اور سہولت ملی کی وجہ سے حضرت مولانا بھی بہت کم عمر سے اپنی رنگ میں رنگ کے تھے۔ خود حضرت مولانا نے ایک موقع پر فرمایا:

”حق تعالیٰ نے بطوریت ہی میں مجھے دو بھائی عطا فرمایا تھا، کہ ان لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ ساتھ ہو۔ جس کا وقت آج آتا ہے۔ کھیل چھوڑ کر چلا آج ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ کم عمر سے اپنے ہاں صاحب سے ملنا ہے کہ تمہیں ہم سے کچھ پڑھانے والا ہوتا تھا کہ پڑھا ہے۔“ (۱)

**ابتدائی تعلیم اور ان کے استاد** قرآن خوانی کی ابتدا، انگلوہ کے ایک معروف معلم قرآن یہاں ہی غلبہ شدہ ٹنگوہ سے ہوئی۔ یہاں قرآن کریم کی تعلیم و تخیل بھی بکثرت معلم کے رہا ہوئی۔ پھر حضرت مولانا کے ہاں مولانا محمد تقی صاحب جو کابل میں رہتے تھے اپنے ساتھ کابل سے لگے قادی کی اہل دیہات ٹنگوہ کے ایک مدرسہ عالم مولانا محمد نوٹ (۲) سے چار مہینہ قادی کے بعد دہلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد نوٹ صاحب سے جو دیر کا فضل تھا قادی کی تخیل کے بعد قادی دیہات شروع ہوئیں، جب بات چاہیے اٹھ کر تک پہنچی تو استاد محمد مولانا محمد حسن (۳) نے قادی کا کہہ دیا۔ دلی جانے اور وہاں کے کھیل اٹھارے استادوں سے استفادہ کرنے اور چھ مہینے کا قادی دلا۔ پھر حضرت مولانا صاحب نے قادی میں تعلیم کے بعد دلی پہنچے۔ (۴)

دلی میں مولانا احمد الدین بھٹو نے تعلیمی سے چاہیے اٹھ کر دیہات کی ابتدا کی (۵) انھوں نے صرف کی چند اور کتابیں مولانا:

(۱) ان کا کہنا ہے کہ میں صاحب دلی

(۲) مولانا محمد نوٹ انھوں نے اپنے ہم عمر کی ایک معروف شخصیت تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کی والدین نے ان کی تعلیم کے لیے دلی بھیجا تھا۔ یہاں سے دلی کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد نوٹ صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد نوٹ صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد نوٹ صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔

(۳) مولانا محمد حسن انھوں نے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔

(۴) مولانا محمد حسن انھوں نے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد حسن صاحب سے دلی میں داخل ہوئے۔

(۵) ان کا کہنا ہے کہ میں صاحب دلی

کریم بخش باہمی کی خدمت میں انھیں صرف آٹھ سو پانچ سو کی جتنی کراپے موقوفہ ہوئے، کریم بخش صاحب نے ہم کے واسطے ایک ایسی صاحب سے مقابلہ کے لئے بھیجا، حضرت مولانا کی لیاقت کا کمال تھا کہ وہ انھیں جو پتہ ملا، متاثر ہو کر انھیں کو حضرت مولانا نے سمجھتے ہوئے جواب کہہ دیا (۱) ان کا نصاب دیانت کی خصوصیات کھل کرنے کے بعد حضرت مولانا ہم تک اعلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ آٹھ سو تک دیانت کا خاصا حصہ حضرت استاذ اعلیٰ سے کھلا کر لیا۔

ای زمانہ تعلیم و تدبیر میں حضرت مولانا امجد علی صاحب دہلوی کی قریب و دور خدمت کی  
جہ سے دنیاوں کے انکسار میں نہایت گہرے ایسے تعلقات ہو گئے تھے جو پوری زندگی جاری رہے۔

حضرت مولانا مکتب اعلیٰ کے علاوہ مولانا شاہ احمد سعید مجددی اور مولانا مہدی شاہ صاحب اعلیٰ مولانا مفتی محمد امجد علی  
آزاد اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی، حضرت مولانا کے ۱۰ سے اساتذہ میں شامل ہیں۔ شاہ عبدالغنی کے علاوہ حضرات  
سے کس وقت کس قدر اور کتنے عرصہ تک گفتگو واستفادہ کیا، کس سے کون سی کتابیں یا علوم یا فنون چھپے اور ان میں کون کون  
صاحبان، حضرت مولانا انگٹھوی کے رفیق و ہم سفر تھے۔ فہمی ہے کہ اس کی تفصیلات دریافت نہیں۔ تاہم حضرت مولانا  
انگٹھوی کے مختلف ارشادات اور بعض تقریرات جلدوں کے ضمنی مواد یا جات سے ان تمام حضرات سے باقاعدہ گفتگو واستفادہ کی  
تقدیر جاتی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم کے ہم سبق ہونے کی روایات؟ ان دونوں حضرات کے احوال و تذکرہ میں عموماً نقل کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں حضرات گویا شراعت سے آخر تک تمام کتابوں میں رفیق و ہم دریں تھے۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ حضرت مولانا فاضلکمالی کے یہاں ممکن ہے کچھ کتابیں ساتھ چلیں ہوں، یا وہی کوئی میں ساتھ لے لیاں، یا وہ مکتوبہ کتابیں میں ہم دریں ہونے کی تصریح مشعل ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی کے ہاں جو سے مستعدوں، مولانا مفتی عبدالرحیم آزاد اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حضرت مولانا نانوتوی کا تلمذ عارت نہیں اور اس کی بھی کوئی شہادت دستیاب نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی مثلاً عبدالغنی کے یہاں درس حدیث میں حضرت مولانا محمد قاسم کے رفیق تھے۔

اس سلسلے میں یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی نے دہلی میں صرف چار سال کا خاندان مولانا شمس الدین کی مصروفیت کے مطابق گھر کا کاموں میں آغوشِ امان دیا۔ ۱۹۲۹ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر ان میں رہنے لگے تھے مگر حضرت مولانا گنگوہی کی تعلیم سے نفرت و کین کا اس حقیقی طور پر پہلو نہیں دکھاتا کہ اس کے بعد ان کے لئے دہلیوں کو ہم سبق کہہ کر دھوکا دیا جائے۔



”او گمان قبل سفر الجحاز فی السمرۃ الثالثة یقرأ فی علوم عہدہ من الفقه والاصول  
والکلام والحديث والتفسیر، وبعد یعود من الجحاز فی السمرۃ الاعرف الخراج او کان  
لدرس التصحاح السنۃ، و یسرم ان یقرئہا فی سنۃ واحده، و کان یقرئ جمیع  
القرع علی اولاً، و یبدل عہدہ فیہ فی تحقیر السنۃ و الإستاد، و دفع النصار من و لم یصح  
أحد الجالیس، و تلبید السلف الحنفی، ثم یقرئ الکتاب لا یدر من ای دار  
فصحیح البخاری و مسلم فالتسانی و ابن ماجہ سر دا، مع بحث قلیل فیما یعلق  
بالکتاب“ (۱).

ترجمہ: کتب کے تیسرے سفر سے پہلے مختلف علوم پڑھ کر پندرہ سال تک کورس دیتے تھے مگر  
اس نے قرآن مجید کے بعد اپنے تمام اوقات صحاح ستہ کے دس کے لئے فارغ کرنے اور اس کا احترام کیا کہ  
اس سب کو ایک سال میں چھ ماہ میں اور اس میں ترتیب یہ تھی اسب سے پہلے سنن ترمذی چھ ماہ تھے  
اس کے متن ہر سنہ کی تحقیق میں، روایات کے اشتکات کو دور کرنے اور ایک ماہ کو ترجیح دیتے اور  
مذہب حنفی کے احکامات کرنے میں، اہل اہل کی کاوش فرماتے تھے۔ پھر وہ کتابیں چھ ماہ تھے خصوصاً  
سنن ابوداؤد و ترمذی و بخاری و مسلم۔ پھر سنائی پھر ان ماہ روایت کے طور پر، جس میں صرف متن  
کتاب کے حوالے سے قلیل لکھ کر دیتے تھے۔

دوسری و تعلیم کی ابتدا اور پہلے شاگرد اس دور کے طالب علم اپنے زمانہ تعلیم و تدریس سے ہی اس کام میں  
لگ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے جس کے لئے وہ خود سائنس دان، کرامی، خداات میں حاضر رہتے تھے، یہ درس و تعلیم ہر دین  
و شریعت کے مختلف گوشوں کی، حسب اہانت و استطاعت خدمت اور اس کے کاروں اور اہل کوآ کے چھ ماہ کی بات یعنی  
تھی حضرت مولانا تھکوری نے بھی یہی کیا۔ حضرت مولانا علی کے زمانہ تعلیم میں مولانا محمد، مہمان و مہدی کتابوں کی تعلیم اور  
اسہل کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، ایسے موقعوں پر طالب علموں کی تعداد محدود ہوتی ہے پھر مولانا اپنے سے بڑے استاد جس پر مبنی  
دلوں سے، خانقاہی طرز و تربیت ترجیحی لوگوں کے سچے بھی چاہتے اور قاعدہ دھماتے ہیں وہی معمول اور روایت کے مطابق،  
حضرت مولانا کی طالب علمی کے دوران جس طالب علم نے حضرت مولانا کے سامنے وہی مرتبہ تعلیم کے لئے کتاب کوئی دیا  
مولانا کا حضور پر مبنی تھے اور جب سن تواری ہے کہ مولانا مولانا ۱۲۰۰ حضرت مولانا کا توفی کے بھی شاگرد تھے اور

دیوبند (دارالعلوم) کے سب سے پہلے استاد و مدرس مقرر کئے گئے، ان کے بعد حضرت مولانا کے دو داماد مولانا ذوالبحائیں، مولوی ابوالقاسم، اور مولوی ابوالنصر گنگوہی کو نبوت تلمذ حاصل ہوئی۔ دونوں نے بعد میں مختلف علماء سے درجات علم کی تکمیل کی اور حضرت مولانا سے ہمیشہ رابطہ بنائے رکھا، خصوصاً مولانا ابوالنصر، ہمیشہ حضرت مولانا کے دست و بازو اور ہر اک معاملہ میں، حضرت مولانا کے رفیق و ہم قدم رہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں مولانا ملا محمود دیوبندی اور مولانا منور علی (گورنمنٹ سہارنپور) کی تعلیم کے لئے رسائی اور حضرت مولانا کا ان کو درس دینا، ایک حجاج مخفی کی کلید اور ایک چشمہ علم و حکمت کی دریافت جیسا تھا۔ حضرت مولانا کے اس درس انفرادیت، معنویت اور اہمیت لگوں کی خوشبو کی طرح آہستہ آہستہ عام ہونی شروع ہوئی، یہاں تک کہ اس کا شہرہ اور تغلقہ، برصغیر، ہند، پاکستان، بنگلہ دیش کی سرحدوں سے گزر کر، دور دراز ملکوں تک پہنچا، سیکڑوں باکمال افراد، جید علماء، قابل مدرسین اور برہمابریں سے خدمت و درس حدیث میں مشغول، اساتذہ اور فاضلان حدیث، حضرت مولانا کی خدمت میں آنے شروع ہو گئے اور اس درس کی معنویت، اس عہد میں بعض خصوصیات میں منفرد ہونے اور اس کے ذریعہ سے احادیث شریفہ کے مفہیم و مطالب کی ایسی گرہ کشائی اور ان کے حقائق و مقاصد کا ایسا ادراک، جس کی کم سے کم اس دور میں کوئی مثال نہیں تھی، نیز مقاصد حدیث تک پہنچنے اور ان سے گراں بہا اہل و گہر تلاش کرنے اور ان کو اہل خرد، ارباب ذوق طلباء، اور عالمان حدیث تک پہنچا دینے کی، جو بات اور جو شان اس درس میں پائی جاتی تھی، بلاشبہ نہ صرف اس دور میں اس کی مثالیں معدوم تھیں، بلکہ اس سے پہلے زمانوں میں بھی ایسی دقت نظر، ایسی فہم اور بے نظیر غور کی دولت، کفنی کے چند اکابر محدثین کے حصہ میں آئی تھی۔ بلاشبہ حضرت مولانا کے قریبی دور اور خود حضرت مولانا کے صحن حیات بھی، بڑے بڑے علماء، حدیث کے فاضل اور اصحاب درس و افتادہ موجود تھے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ نیز شاہ عبدالعزیز اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے علاوہ کون ہے جس کو درایت و فہم حدیث میں، حضرت مولانا کے ہم پایہ کہا جاسکے؟

**محمد ثناء شان اور فقہائے محدثین میں عالی مرتبہ** خدمت حدیث میں، حضرت مولانا کے مقام و مرتبہ بلکہ عالی فہم اور درایت حدیث میں انفرادیت کا متعدد علمائے گرام اور اہل نظر نے، اپنے اپنے انداز سے تذکرہ کیا ہے، اس کے نامور عنوانات شہر کر آئے ہیں اور اس کے محققان واضح کئے ہیں۔ [ایک بڑے عالم، مصنف اور محدث مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں:

”فكان المحدث فقيه هذه العصور الشيخ رشيد احمد الكوكهي الانصاري رحمه الله،  
جمع مع العلوم الراجحة علوم ارباب القلوب ووهب نوراً لى القلب يلمع به ما اظلم على



الناس، فكان يأتى بتوجيهات فى المشكلات الفقه ومعضلات الحديث، ما حلت عنها الاسفار الضخمة والمجلدات الكبير، وكان موافقا طيلة حياته المباركة لدرس الاتهامات الست، طول النهار غير فترة قليلة فى البين، وبقي نصف قرن يدرس الحديث وكتب السنة، لا يلحقه ملل ولا ضجر ولا سامة ولا تعب مع اشتغاله بتربية النفوس وتربية القلوب بالاذكار والتوجيه، فكان نفسه الزكية نتجلى كل حين وهذا ماعدا الغناء فى النوازل والمسائل (۱)

ترجمہ: پس فقید زمانہ حاضرہ، حضرت شیخ رشید احمد گنگوہی انصاری رحمۃ اللہ علیہ، مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ اہل دل کے علوم کے بھی جامع تھے، انہوں نے دلوں کو ایسا نور بخشا، جس سے لوگوں پر اندھیرا روشن ہو گیا۔ آپ فقہ اور حدیث کے مشکلات کی ایسی ایسی توجیہ فرماتے کہ جس سے بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی خالی ہیں، آپ اپنی ساری مبارک عمر میں، سارا سارا دن سوائے تھوڑے سے درمیانی وقفے کے، صحاح ستہ کی درس و تدریس کی توفیق سے سرفراز رہے، اور نصف صدی تک حدیث و کتب سنت کی اس طرح تدریس فرماتے رہے، کہ جس سے نہ آپ کبھی شکست خاطر ہوئے اور نہ کبھی تھکے، باوجود اس کے کہ آپ کو ذکر کے ذریعے نفوس کی تربیت و قلوب کے تصفیہ اور توجہ کے ساتھ مشغولی ہوتی تھی، پس آپ کا پاکیزہ نفس ہر وقت متجلی رہتا تھا اور یہ کام، حوادث مسائل میں افتاء کے علاوہ تھا، آپ جس طرح کہ ارشاد و تربیت نفوس اور صحاح ستہ کی درس و تدریس کے لئے مرجع خلافت تھے، اسی طرح آپ حوادث کے مشکل مسائل کے بھی مرجع خلافت تھے۔“

حضرت مولانا درس حدیث میں جن نکات و خصائص پر توجہ فرماتے اور جن مسائل و مشکلات کے حل کرنے کی کوشش فرماتے تھے، وہ خود حضرت مولانا کے الفاظ میں درس اور فہم حدیث کا اصل مقصود ہے۔ حضرت مولانا نے ایک مجلس میں اپنے طریقہ درس کی وضاحت کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا:

۱ حدیث میں اصل مقصود کی طرف توجہ رہی، اصل مقصود یہ ہے کہ اشکال حدیث کا حل کیا جائے، تعارض رفع کیا جائے، مسئلہ ثابت کیا جائے، تفہیم حاصل ہو، اسی کی طرف میرا خیال رہا۔ حنفی شافعی جوہوں، اپنا مسئلہ ثابت کریں۔ (۲)

(۱) مقدمہ التلخیص الدامی علی جامع البخاری.

(۲) خطی نوادر کے مطابق (سرازمی علی بن محمد و گنگوہی غیرہ) از مولانا محمد امجد علی حنفی (مؤلف: نزہۃ القلوب) ص ۱۲۹-۱۳۰ (دہلی: ۱۹۵۸ء).

حضرت مولانا گنگوہی کے افادات حدیث اور فقار پر درس کو پڑھ کر، سمجھ کر اور ان سے اخذ واقعات کر کے، مولانا بنوری نے بھی یہی سمجھا تھا۔ مولانا بنوری نے ایک اور موقع پر لکھا ہے:

"حضرت شاہ ولی اللہ نے فقہ فی الہدیت کا جو پورا لکایا تھا، حضرت گنگوہی نے اسے تیار و درست بنا دیا، اسی طرح نور باطن اور تعلق مع اللہ سے حدیث سمجھنے کا سلسلہ، حضرت گنگوہی پر ختم ہو گیا۔ حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے فقہ ہتھکس سے سرفراز فرمایا تھا، مسلک حنفی کو اواز حدیث سے ثابت کرتا اور جو حدیث بظاہر مخالف نظر آئے، اس کا جواب دیتا، حضرت گنگوہی نے اس فریضہ کو کامیابی سے ادا کیا۔ اس کے علاوہ فقہ حنفیہ متاخرین کی تفریعات جو حدیث کے خلاف تھیں، ان کی فقہ حنفی سے برأت کی، علاوہ ازیں فقہ میں توسع اور تحصیق کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی۔ شرح حدیث ابن بطل، مہلب، ابن اسحاق، ابن المہر، قاضی عیاض، خطابی، مابن حجر یعنی رحمہم اللہ سے بہتر احادیث کی شرح کی۔"

اللوکب المدنی اور لامع الدراری میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، خصوصاً لامع میں حل تراجم کے سلسلے میں، حضرت گنگوہی کی ایسی توجیہات ہیں، کہ عقل حیران ہے، حافظ ابن حجر اور یعنی رحمہم اللہ تعالیٰ کی توجیہات سے فائق ہیں۔ (۱)

مولانا محمد یوسف بنوری نے مایک سلسلہ گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز کے بعد حضرت گنگوہی وہ واحد شخص ہیں، جنہوں نے محض اپنے نور قلب سے حدیث کی مشکلات حل کی ہیں اور کچھ تھوڑا سا حصہ حضرت شیخ الہند کو بھی اس سے ملا۔ (۲)

یہ کہنے اور لکھنے والے حضرات وہ ہیں، جو فن حدیث کے خواص، رمز شناس اور بڑے محقق ہیں اور جو بلا تا مل یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ:

ہم خن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں

اور اس میں بھی ذرا شک نہیں کہ مولانا بنوری اور ان کے ہم نوا اصحاب کا یہ فرمانا، بلا شک و شبہ درست ہے، حضرت مولانا گنگوہی جیسی وقت نظر اور ذوق اہمی حدیث کی سعادت، اور بے نظیر تبحر و مباحث کا استخراج، کس کا حصہ ہے، یقیناً یقیناً لیس سبق مظلہ اس لئے حضرت مولانا کے حدیثی افادات و علوم و کیکر، یہاں غالب کا دوسرا مصرعہ بھی بلا تا مل دہرایا جاسکتا ہے:

دیکھیں، اس سہرے سے کہدے، کوئی بہتر سہرا

(۱) النوری نمبر ۳۳، باب ۱۰، صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵



یہ مولانا نور محمد جہاں کی قلمی سیل میں لکھی ہوئی تقریر کی نقل تھی، جو مولانا فتح محمد قیاسی کے قلم کی یادگار تھی، ان کے نسخہ سے مولانا سید محمد فیض آبادی نے نقل کیا تھا۔ تاہم مولانا فتح محمد کی لکھی ہوئی اصل تقریر میں اور مولانا جہاں کی نیز مولانا شبیر الحسن کے مکتوبہ افادات بشوژ عام و سترس سے دور اور منظر اشاعت ہیں۔

حضرت مولانا شبیر کے حدیثی افادات اور وقت تقریر کا صحیح عرفان و فیضان اس وقت شروع ہوا، جب مولانا محمد شبیر کاندھلوی کے فرزند و سید رشید شاہ کاندھلوی نے اپنے والد ماجد کے اس قیمتی ورثہ اور اندوختہ کو اپنی فکر و محنت و تہجد کا بیض بنایا۔ ایک سطر اور ایک پر مشین شان محنت کی، اس کے بقول مولانا شبیر الحسن وغیرہ کی تقریروں سے حاصل کیا، اس کے اشاعت کی وجہ سے فیضان اس کے خصلہ کس پر مفصل روشنی ان افادات کو سنن قرہنی، تصحیح بخاری کی شروحات کی صورت میں لکھ کر عبدی علی جامع القرمدی اور الامام الدرای علی صحیح البخاری کے مرتبہ شائع کروا دیا، ان دونوں کی اشاعت کے بعد ہی محدث کے کثیر الشائقین کو حضرت مولانا شبیر کی محدثانہ جہالت شان، بے تعلیم قیام حدیث اور علم مولانا اس وقت سے اب تک ان سب کی اشاعت اور ان سے استفادہ کا سلسلہ روز افزوں ہے۔

حضرت مولانا شبیر کی جہالت اور حدیث، اگرچہ طلبہ کی تعداد کے ان سے غیر معلوم وسیع نہیں تھی، مگر اب حدیث درس میں لکھیں علم و توفیق یہ ہمیشہ رہتے تھے، یہ تھا کہ کبھی کبھی یہ حدیث کچھ میں پڑھتے تھے، ان کے حوالہ سے اصحاب کی تعدادات تھی، جو خدمت میں حاضر ہوتے، چاندنیوں قیام کرتے اور ان کی باتوں سن کر، اجازت سے سر فراز ہو کر واپس ہوتے تھے۔ مولانا قمر نے فیضان میں سے اپنی اشاعت یہ دعوت دینی، جس نے درس حدیث اور فقہ حدیث کو، زعمی بلکہ کے خدمت کا نوحہ و مضمون قرار دیا تھا، ان میں اپنے اس نکرہ کے قدم بہ قدم رہنے کی ہمیشہ کوشش کی اور ان کی انتہائی نے ان بات اور باتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے حضرت مولانا کا مژدہ دیا۔

### وہی عزت وہی عظمت وہی شان و لاویزی

حضرت مولانا کے تلامذہ کی اس غریب تعداد میں سب کے ایک خاص و مختلف اور زندہ، پوری زندگی دیکھ رہا تھا، اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں اس کا بیان تذکرہ کیا ہے:

وہد رفقاہ اللہ من العلماء والحق، عابد و جود افعالہم فی ہذا العصر، فی الامتداد علی العین و الفاعل الصریح، و سیر العلم النافع، و احیاء السنن و اصلاح المسلسلین، و رفع یدہم عن الحلالی لا شخصی محمد و عبد (۱)



اور ان کو حق تعالیٰ نے ایسے شاگرد عطا فرمائے کہ اس دور میں دین پر استقامت، روشن شریعت کے اتباع، علم نافع کی اشاعت سنتوں کے احیاء اور مسلمانوں کی اصلاح میں ان کی مثال نہیں اور ان کے شاگردوں سے اس قدر افراد نے فائدہ اٹھایا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔

حضرت مولانا کے درس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے اور اس عالی قدر درس گاہ سے، مطالب و معانی حدیث کا فیضان حاصل کرنے کے لئے، ہزاروں طلبہ حدیث اور دل وادگان حدیث کی طبعیتیں، بے تاب رہتی تھیں، حاضری کے لئے بے شمار دلوں میں آرزوئیں موجیں مارتی رہتی تھیں، مگر ہر اک کے لئے ممکن نہیں ہوتا، کہ وہ اپنے حالات و مسائل کو ایک طرف رکھ کر، اپنے مسائل اور مالی گنجائش و ضرورت کو یکسر نظر انداز کر کے، تعلیم اور خدمت دین کے لئے اپنے گھر اور علاقہ سے نکل سکے، پھر بھی بہت سے اصحاب توفیق، اہل علم و ذوق، حضرت مولانا سے استفادہ اور اجازت حدیث کے لئے، گنگوہ حاضر ہو کر اور اپنا دامن مراد حدیث کے علم، فہم مقاصد اور اس پر عمل کے جذبہ سے پُر کرتے ہوئے واپس ہوتے تھے۔

**حضرت کے شاگرد اور مستفیدین کی تعداد، ایک اندازہ** حضرت مولانا کی خدمت میں کس قدر طلباء حاضر ہوئے اور اطراف عالم کے کس قدر علمائے کرام اور حدیث کے اساتذہ اور فاضلین نے اجازت حدیث حاصل کی، اس کی نہ کوئی فہرست موجود ہے، نہ ہی اس کا حتمی شمار ممکن ہے، صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کے شاگردوں اور مجازین و مستفیدین حدیث کی تعداد، یقیناً ہزاروں میں ہوگی، اس وسعت استفادہ اور کثرت تلامذہ کا، خود حضرت مولانا کی ایک تحریر سے صاف اندازہ ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے پیرومرشد، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کے نام ایک خط [مکتوبہ ۱۳۰۶ھ] میں لکھا ہے:

”حضرت مرشد من! علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً سات سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہے، اس سال (۱۳۰۰ھ) سے اب تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی، سند حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں، اگر قبول ہو جاوے۔“ (۱)

اس گرامی نامہ میں ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۶ھ تک چھ سال کے درمیان کے، تلامذہ اور اجازت حدیث سے مستفید اصحاب کی تعداد کا تذکرہ آیا ہے۔ ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۱۲ھ تک جو حضرت مولانا کے درس حدیث کا آخری سن ہے اور اس وقت سے حضرت کے زمانہ وفات ۱۳۲۳ھ تک، کس قدر علماء اور اجازت حدیث کے طالب، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر اور اجازت

(۱) کاغذ رشیدیہ، مرتبہ مولانا عاشق الہی میرٹھی، ص ۱۰، طبع اول، معراج المطابع، میرٹھہ، ایلانہ ۱

۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱  
 ۴۷۲  
 ۴۷۳  
 ۴۷۴  
 ۴۷۵  
 ۴۷۶  
 ۴۷۷  
 ۴۷۸  
 ۴۷۹  
 ۴۸۰  
 ۴۸۱  
 ۴۸۲

[illegible]

عالمی سطح پر شہر کی ترقی کے لیے  
کی تعمیر و ترقی کے لیے

H  
H  
H  
H

میں نے اس وقت تک نہیں دیکھا تھا کہ ایک شخص کی زندگی میں اتنی باتیں ہوتی ہیں جو وہ اپنے قریبیوں سے چھپاتی ہے۔ یہ تو میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔

H  
H  
H  
H



کے جملہ مباحث، فقہائے اربعہ کے جملہ دلائل اور فقہ حنفی کے اکثر کی تحریرات و کتب پر وسیع نگاہ رکھتے تھے، ہر چند کہ حضرت مولانا نہایت جامع، نہایت مختصر بات فرماتے ہیں، بہت کم ایسا ہوتا کہ دلائل اور وجوہات کا تذکرہ فرماتے ہوں اور فقہاء اور مآخذ کی عبارتیں نقل فرماتے ہوں، مگر جانے والے جان لیتے ہیں کہ یہ جو کچھ فرمایا جا رہا ہے اس کے لئے نہایت مستحکم بنیادیں موجود ہیں۔

حضرت مولانا کی اسی گہرائی فکر، وقت نظر اور اندرونِ نبی کی وجہ سے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری جیسے، علامہ زماں اور مرحوم نے (قادیانیوں سے متعلق مقدمہ میں) بہاؤ پور کی عدالت میں فرمایا تھا:

”ویسے ہمارے نزدیک حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ شامی سے فقیہ ہیں اور حضرت گنگوہی کو بھی ہم نے، شامی سے فقیہ انفس (۱) پایا“ (۲)

یہی بات حضرت علامہ نے حضرت مولانا گنگوہی پر اپنے تصدیق میں فرمائی تھی، کہتے ہیں:

لقد فرع الوری عملاً وعلماً	مکارم مساعدت کرم النجار
إمام قدوة عدل أمين	ولور مستین کالنہار
فقیہ حافظ علم شہیر	کصبح مستبیر ہدی سار
إنہ المنہی حفظاً وفقہاً	واضحی فی الروایۃ کالمدار
فغی الشحدیث رحلۃ کل راو	وفی الأحبار عمدۃ کل قاری
فقیہ النفس محتجہ مطاع	و کوثر علمہ بالخیر جاری
واحی سنۃ کانت أمینت	واذ وضع النہار فلاحصار (۳)

انور شاہی (انجمن اوقاتِ طاعات دار انور شاہ کشمیری) حلیہ دار انور شاہی ص ۵۰، (۱) (۲) (۳)

(۱) فقیہ انفس (۱) ایک معیار ہے۔ اس سے مراد انفس ہے جسے فقہ حنفی کے انفس کثرت اور مست کے بعد ایک معیار اور تسلیم فرمایا، جو کسی روشنی میں انفس کی برکات کے لیے کسی کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔ میرے ہاں یہ ہے: ”حلیہ دار انور شاہی ص ۵۸ (۱) ص ۴۵، (۲) ص ۵۸، (۳) ص ۵۸، (۴) ص ۵۸۔“

”میرے ہاں یہ ہے: ”حلیہ دار انور شاہی ص ۵۸، (۱) ص ۴۵، (۲) ص ۵۸، (۳) ص ۵۸، (۴) ص ۵۸۔“

”میرے ہاں یہ ہے: ”حلیہ دار انور شاہی ص ۵۸، (۱) ص ۴۵، (۲) ص ۵۸، (۳) ص ۵۸، (۴) ص ۵۸۔“

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

”حضرت سے زیادہ ائمہ اربعہ کے مذہب کا ماہر میں نے نہیں دیکھا“ (۱)

حضرت علامہ کے ایک ممتاز شاگرد، مولانا محمد یوسف بنوری نے حضرت گنگوہی کے فقہی مرتبہ اور کمال نظر کے متعلق حضرت علامہ کے اشعار کی، گویا وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے فقاہت نفس سے سرفراز فرمایا تھا، مسلک حنفی کو اولہ حدیث سے ثابت کرنا اور جو حدیث بظاہر مخالف نظر آئے، اس کا جواب دینا، حضرت گنگوہی نے اس فریضہ کو کامیابی سے ادا کیا اس کے علاوہ فقہاء حنفیہ مت فخرین کی، جو تقریرات حدیث کے خلاف تھیں، ان کی فقہ حنفی سے برأت کی، علامہ ازیں فقہ میں توسع اور تحقیق کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی“ (۲)

حضرت مولانا کا یہ فیصل وصال، مجتہدانہ رہا اور فقہ میں نرائی شان، حضرت مولانا کے فتاویٰ سے چھٹکی پڑ رہی ہے، ہر اک از مدفتی حضرت مولانا کی وسعت نظر، جامعیت اور گہری بصیرت اور منظر دیکھیت کا ترجمان ہے، جس کا حضرت مولانا کے فقہ و فتاویٰ پر رسائیں و مؤلفات، معروف و مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ سے علم اور اندازہ ہوتا ہے۔ زیر نظر تازہ مجموعہ فتاویٰ، باقیات فتاویٰ رشیدیہ سے بھور خاص حضرت کے فقہی مقام پر ترجمان و گواہ ہوگا، اور اس کے ذریعہ سے، حضرت مولانا کے اس مجتہدانہ فقہی مقام اور فقہانیت نفس کا روزیادہ گہرا زیادہ وسیع مشہور و آج رہے ہوگا، جس کی جانب حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا ہے۔

**ذوق سلوک و معرفت** حضرت مولانا کا جس بہت اور جس خانہ اوہ سے علمی اور نسبتی تعلق تھا، اس میں علم کے ساتھ روحانیت اور تعلق مع اللہ کی چاشنی ہمیشہ شمس رہی۔ ہرے اہل اللہ مشائخ اور باب طریقت سے وابستگی اور ان کے دامن تربیت میں سفر سوگ، ایک قدیم معمول تھا۔ حضرت مولانا کے والد بھی اپنے وقت کے ایک بلند پایہ شیخ، مولانا شاد علی صاحب نقشبندی سے بیعت تھے، یہ اثرات اور نسبت حضرت مولانا میں بھی منتقل ہوئے۔ حضرت مولانا کا ویداری اور خدا ترسی کا طبعی مزاج تھا، جس پر تصوف و معرفت کی بیش تصانیف، خصوصاً مولانا ابوالحسن حسن کاندھلوی کی مشہور تالیف: گلزار ابراہیم بہت اثر انداز ہوئی۔ حضرت مولانا کو کونصری سے مشنوی گلزار ابراہیم سے منسوب تھی، مولانا عاشق الہی میرٹھی کی اطلاع ہے کہ:

(۱) علامہ مولانا محمد یوسف بنوری، جامعہ اسلامیہ، لاہور، ص ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴

خوش الحالی کی وجہ سے آپ کے رفقاء و احباب کی آپ سے فرمائشیں ہوا کرتی تھیں کچھ بڑے کرسناد و مگر آپ اکثر گریز فرماتے تھے، ہاں! جب اصرار زیادہ ہوتا تو کوئی نظم خصوصاً [قصہ ابراہیم بن ادہم، خوش الحالی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (۱)]

## شاہ سلیمان تونسوی یا شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت کا خیال

مشائخ و طریقت کو خوب دیکھا، برتا تھا، اور دہلی تو رشک بغداد بنا ہوا تھا، یہاں بڑے بڑے ارباب سلوک تشریف فرما تھے، اور تعلق مع اللہ کی دولت عام فرما رہے تھے، حضرت مولانا کے ایک بڑے استاذ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی بھی سلسلہ نقشبندیہ کے مرشد اور رہنمائے کامل تھے۔ حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کے بھی، دہلی کے مشائخ طریقت سے قریبی مراسم تھے، اور ان کے وطن اور نواح کے اہل ارشاد و تربیت بھی، مولانا مملوک اعلیٰ سے رابطہ ملاقات رکھتے تھے، جس میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی بطور خاص شامل تھے، حضرت حاجی صاحب سے، حضرت مولانا کی بھی ملاقات و ارادت تھی مگر دل کے معاملات نرالے ہوتے ہیں، حضرت مولانا گنگوہی کا زمانہ طالب علمی سے، حضرت شاہ عبدالغنی یا ہندوستان کے ایک مشہور و ممتاز مرشد، مولانا شاہ سلیمان تونسوی سے بیعت ہونے کا خیال تھا، لیکن طبعی تقاضے کے باوجود، شاہ سلیمان کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا، کہ تعلیم مکمل ہو جانے کی وجہ سے، دہلی سے وطن واپسی ہو گئی اور ہر چند کہ حضرت حاجی امداد اللہ سے گہری واقفیت تھی مگر حاجی صاحب سے بیعت ہونے کا خیال تک نہیں تھا، بیعت کے لئے شاہ سلیمان صاحب تونسوی، اور مولانا شاہ عبدالغنی مجددی کی جانب نگاہ جاتی تھی، لیکن جس کے نصیب میں جہاں سے دولت و نعمت مقدر ہوتی ہے، وہیں سے پہنچ جاتی ہے۔

## تھانہ بھون کا ایک غیر متوقع سفر اور حضرت حاجی صاحب سے اچانک بیعت

حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے کسی علمی مسئلہ پر مراسلت ہو رہی تھی، حضرت مولانا کی رائے یہ ہوئی کہ تحریر و مکاتبت سے، اس مسئلہ کا طے ہو جانا، مشکل معلوم ہوتا ہے، اس لئے تھانہ بھون کا سفر کر کے، حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے زبانی گفتگو کر لی جائے، اس میں بحث کے تمام پہلو واضح اور منہج ہو جائیں گے اور فریقین کسی بہتر رائے اور قول فیصل تک پہنچ سکیں گے۔ اس خیال کی وجہ سے رام پور منیہار ان سے تھانہ بھون آئے، یہاں اول حضرت حاجی امداد اللہ کی خدمت میں پہنچے، حضرت حاجی صاحب سے رام پور کے رشتہ سے کچھ قربت بھی تھی اور حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کے ذریعہ سے تعارف اور عقیدت بھی، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کیسے آنا ہوا، اور جب حضرت مولانا شیخ محمد سے گفتگو کے ارادہ کا علم ہوا، تو اس سے منع فرمادیا، حضرت

(۱) تذکرۃ الرشید ص: ۲۶۔ حصہ اول۔ طبع اول اور اس کے نکس [Re print]





اس مختصر تحریر کے آخر میں، حضرت مولانا نے مولانا شبلی شمس کے لئے ایک مرتبہ اور، انتہائی قابلِ ملاحظہ کیا ہے۔  
ماہِ حذیہ۔

”از بغیر حق ہمیں امت کہ حضرت امیر و مصنف رسالہ مذکور فرمودہ و امیرِ اعلیٰ (۱)“

جس شخص کو حضرت مولانا شگوفی ایسا عالی مرتبہ تسلیم فرما رہے ہوں، استغاثی سے یہ کہہ سکتے ہوں، ایک تحریر میں،  
دو دو جگہ استغاثی لکھ رہے ہوں، انہی سے منظرِ فکر کرنے آئے ہوں اور ان پر گزرتے ہیں شہِ سوارِ میدانِ جنگ میں کا تقریباً  
بہشتی کسی ہو، طبیعت قبول نہیں کرتی۔

**حضرت مولانا سے پہلی بیعت اور افادہ کا سلسلہ دراز** حضرت حاجی صاحب سے اجازت و خلافت  
کے بعد، حضرت مولانا صاحب وطن پہنچے، اسی وقت سے بغیر اطلاع اور خبر کے، حضرت مولانا کی جانب رہ خدا کے مسافروں  
کا رجوع شروع ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے ایک خاتون، اپنے ذوق و شوق سے، حضرت حاجی امداد اللہ کی فرمائش پر، حاجی  
صاحب کی موجودگی میں بیعت ہوئیں، اس کے بعد اس سلسلہ میں بیرونِ اضافہ ہوتا رہا، ہزاروں افراد نے حضرت مولانا سے  
اسباقِ سلوک حاصل کئے، اور ایک بڑی تعداد (تقریباً) ستر ہجرت یا زیادہ اصحاب کو، اجازت و خلافت سے نوازا گیا، جس میں  
سے چند کے علاوہ تقریباً سب نے ہی اس عہد کو کافی کیا، جو انہوں نے حضرت مولانا سے کیا تھا اور اسی طریقہ پر قائم و استوار  
رہے، جس کی حضرت مولانا نے رہبری فرمائی تھی، اسی راستہ پر چلے آگے بڑھے بڑھتے چلے گئے۔

**برسبیل تذکرہ** مگر افسوس کہ آج وہ طریقہ جو تصوف کی اصل روح، اصل جان اور درحقیقت جو ہر شریعت و سنت  
ہے، گویا ہمارے یہاں سے فراموش ہو گیا ہے اور ہر شخص نے جس کو سلوک و معرفت کی خبر ہو نہ ہو، اس راوی سے گزرا ہونہ گزرا ہو،  
دین و شریعت اور سلوک و تصوف کے باہمی گہرے اور لایتنک رشتہ سے واقف ہو یا نہ ہو، بیوی مریدی کا کام بلکہ مجھے معاف  
فرمایا جائے، دھندہ اور کاروبار شروع کر دیا ہے، ہر شخص بڑھم خود مرشد بنا ہوا ہے اور کسی نہ کسی کے حوالہ سے، کسی نہ کسی  
تدبیر سے، دوسروں کو اپنے دامِ فریب میں پھنسا لیتا اور اس کے ذریعہ اپنی دنیاوی ضرورت پوری کرنا اور حلالِ مروت  
حاصل کرنا، اپنا مقصد بنالیا ہے۔ ایسے میں سخت ضرورت ہے کہ اس طریقہ کی ایک مرتبہ پھر، پوری قوت سے، پوری  
شدت سے، پورے زور سے آواز لگائی جائے اور کہا جائے کہ تصوف کا صرف، وہی راستہ قابلِ قبول اور دین و شریعت  
کا راستہ ہے، جس کی کڑیاں مہالنا علیہ و اصحابی سے بڑی ہوں، جس کے حلقہ سالکین داعی و مبلغ رہے اور جس  
میں خارجی اثرات اور غیر اسلامی تصورات اور بدعات و رسوائی کی ذرہ برابر بھی گھٹی نہیں، اگر اس کے علاوہ کچھ ہے

(۱) دلائل الاذکار فی احکام الطہور والاسرار، ص ۸۹، بحر الطہار، دہلی ۱۰۲۰، ص ۱۸۵، ۱۸۶







**حضرت مولانا کا مقام و مرتبہ پیر و مرشد کی نگاہ میں** حضرت حاجی صاحب کے رفقاء میں اور دل کا بڑا کرہ خود حضرت حاجی صاحب، حضرت مولانا کو اپنے تمام خلفاء پر ترجیح دیتے تھے، بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ:

”اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ (میں) مولوی رشید احمد کو اپنے پیر کی جگہ جانتا ہوں“ (۱)

حضرت حاجی صاحب کی حیات میں ہی، حضرت مولانا کے بڑے اور ممتاز خلفاء، حضرت مولانا کو، حضرت حاجی صاحب کا قائم مقام اور اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے اور حضرت کے ساتھ وہی معاملہ کرتے تھے، جو ان کا حضرت حاجی صاحب کے ساتھ تھا۔ مثلاً حضرت حاجی صاحب کے ممتاز و محبوب خلفاء میں سے مولانا محمد یعقوب، حضرت مولانا گنگوہی کو بجائے مرشد سمجھتے تھے“ (۲) حضرت حاجی صاحب کے اور بھی متعدد خلفاء کی تحریروں اور خطوط میں، اس طرح کی تصریحات اور اعترافی موجود ہے۔

حضرت حاجی صاحب اپنے خلفاء اور متعلقین میں حضرت مولانا پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے، حضرت مولانا سے کوئی خدمت بھی نہیں لیتے تھے، کبھی پیر بھی نہیں دیجاتے تھے، حال آں کہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے کبھی کبھی پیر دیوالینے تھے مگر حضرت مولانا گنگوہی سے یہ خدمت گوارہ نہیں تھی، نیز حضرت حاجی صاحب کی اہلیہ محترمہ بہت اصرار کے بعد، حضرت حاجی صاحب کی فرمائش پر، حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہوئی تھیں۔ (۳)

**حضرت گنگوہی خود اپنی نگاہ میں** ان تمام کمالات اور اس رفعت شان کے باوجود، جس کا اور ہزاروں دیکھنے جاننے والوں کے علاوہ، بہت سے غیر متعلق مشائخ اور بلند مرتبہ اہل علم و کمال بھی برملا اعتراف و اظہار کرتے تھے اور حضرت مولانا کی روحانی بلند پروازی اور علمی مقام دونوں کی جانب اپنے متعلقین و متوسلین کو متوجہ فرماتے رہتے تھے، مگر حضرت مولانا خود کو ذرہ بے مقدار اور اچھٹ کھٹ خیال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کے کتابت میں ایسے مکتوبوں اندراجات ہیں کہ انہیں پڑھنے والا حیرت میں ڈوب جاتا ہے، باللہ! کیسے لوگ تھے، کیسے بڑے عالم، خادم قرآن و سنت، برگزیدہ روزگار، ناظر العہد و الزمان اور اپنے دور کے علاوہ، آنے والی نسلوں کے علماء کے مقتدا اور تواضع و مسکن، اللہ اللہ! ایسی بے نفسی، ایسا عرفان ذات و الہی خود تحقیق اور اس درجہ کی بے چارگی اور بے حیثیتی کا اظہار اور ہار بار:

عالم ہمہ افسانہ مالدرو و مانج

کا اعلان۔ مجھے یہاں مولانا عبدالحی حسنی کا وہ دلی تاثر بے ساختہ یاد آ رہا ہے، جو عنائے دیوبند سے ملاقات کے بعد، ہوا تھا۔ جس کا مولانا حسنی نے اپنے سفر نامے میں اس طرح اظہار کیا ہے:

(۱) مکتوب علامہ مولانا رفیع الدین، لاہوری، مکتوب لاہوری، ج ۳، مکتوب کا ذکر، ج ۲، مولانا محمد رفیع الدین، لاہوری، ج ۲، ۱۹۸۰ء

(۲) انجیل اکابر، مجموعہ خطرات حضرت مولانا نانوتوی، مرتبہ مفتی محمد قاسم نانوتوی، ج ۲، مکتوب مولانا محمد رفیع الدین، لاہوری، ج ۲، ۱۹۸۰ء

(۳) انجیل اکابر، ج ۲، ۱۹۸۰ء



001 002 003 004 005 006 007 008 009 010 011 012 013 014 015 016 017 018 019 020 021 022 023 024 025 026 027 028 029 030 031 032 033 034 035 036 037 038 039 040 041 042 043 044 045 046 047 048 049 050 051 052 053 054 055 056 057 058 059 060 061 062 063 064 065 066 067 068 069 070 071 072 073 074 075 076 077 078 079 080 081 082 083 084 085 086 087 088 089 090 091 092 093 094 095 096 097 098 099 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000













وفات حضرت مولانا: حادثہ کے تسلسل کی وجہ سے بہت ضعیف و کمزور تھے، مولانا عبدالحی حسنی نے، جو ۳۱۳ھ میں ۱۸۶۱ء میں سکون خضر ہوئے تھے اور حضرت مولانا کی خدمت میں قیام کیا تھا، لکھا ہے:

”مردی حدِ حب بہت ضعیف و نحیف ہیں، عمر کی حیثیت سے یہ ضعیف نہیں، کیونکہ عمر سانسوں سے کچھ ہی متاثر ہوگی۔ بہرحال آپ کے آٹھ نومبر ۱۹۸۱ میں، جبکہ بیماری کا ضعیف ہے، چہرے سے نئی صفت معلوم ہوتی ہے“ (۱)

اور اس کے بعد بھی بار بار مختلف امراض میں مبتلا ہوتا رہے۔ لیکن معمولات بدستور جاری رہے، صحیح ستہ کے کامل درس کا سلسلہ ۳۴ھ میں ختم فرمایا تھا، تاہم اطراف پرہز کراچازات وغیرہ کی مشغولیت روز افزوں رہی عقائد و اصلاح کی فکر اور اس سوک کی عمرانی و تربیتی بھی قدیم معمول پر جاری تھی، ماہ جمادی الاول ۳۳ھ کی صبح جب فجر کی نماز کے لئے مسجد آئے تو کونوں نے دیکھا کہ چہرے کی دو انگلیوں پر خون کے گہرے نشانات ہیں، فکر ہوئی کہ یہ کیا ہوا، نماز کے بعد دیکھا گیا تو چاند زبوں ہونی اور تھکن، وہ بھی نیچے تک خون سے آلودہ تھی، خیال ہوا کہ کسی جانور نے کانا ہے، مگر یہ تحقیق نہ ہونی کہ کس نے کانا ہے، اگرچہ متوسلین نے توجہ دلائی مگر حضرت مولانا نے اس کو چنداں اہمیت دی، لیکن اس حادثہ کے بعد، کبھی کبھی خیر کا غلبہ ہوتا، اسی صبح تقریباً پندرہ دن گزر گئے، ۲۷ جمادی الاول ۳۴ھ جولائی ۱۹۰۵ء کو عشاء بعد یخفت لرزہ اور بخار کا سخت حملہ ہوا، یہی وہ حقیقت مرض اوقات تھک علاج کی تدبیریں ہوتی رہیں، ہر طرح کی دوائیں ہوئیں بہتر سے بہتر علاج کیا گیا، مگر ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر۔

مرغ نے شدتِ افسانہ کر لی۔ افسانہ میں احمد کی دوسرے کو احمد کی زبان کے وقت ۵۔ جنوری ۱۳۳۳ھ ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء کو یہ قہر بہارت غروب ہو گیا۔ افسانہ میں شام کو غروب کے بعد شفقِ بلندِ عظمت ۱۰۰ جموں و حسن نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (۲)

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ہنزہ فور رستہ اس گھر کی ، جمہانی کرے

ورحمه الله رحمة الأبرار الصالحين وجزى الله ما جزى به الأخيار الكاملين الصالحين.

نہارے کے قریب ایک جنگل میں یہ حضرات مہمانانِ وفات کے بعد ان جی دونوں میں مولانا غوث احمد



اور تحریرات و مکتوبات میں نہایت اعتراف کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، ایک اقتباس گزر چکا ہے، ایک مفصل گرامی نامہ، اسی موضوع پر، اسی سلسلہ میں راجع فرمایا تھا، اس میں فرماتے ہیں:

اور فقہیہ ائمہ اہل تشیع، بخیر مت مہمان۔ عموماً مذہبون بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے، ان میں یہ تحریر تھی کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سو فتنے رکھتے ہیں، کہ ہم مولوی صاحب کو کیا سمجھیں۔ ہند فقہ کی پادشہ سے مشتہر گراؤ اور طبع گراؤ، کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی، فاضل تہذیبی ہیں، سلف صالحین کا نمونہ ہیں، جامع بین الشرعیہ و اطریقہ ہیں، شب و روز خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی میں مشغول رہتے ہیں، حدیث پر احسان کا شغل رکھتے ہیں، مولانا مولوی احمد حاق صاحب کے بعد میں اس قسم کا فیض عموماً ان کا مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے۔ ہندوستان میں مولوی صاحب ایک فرہاد ہیں، مسائل مشفقہ کی مقدمہ کشائی مولوی صاحب سے ہوتی ہے، ہر سال میں پچاس توفی کے قریب ہم حدیث پر احکام ان سے سند لیتے ہیں۔ انہما سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو ہیں نہایت، اصل کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشفق خداوندی میں مستغرق ہیں حق گو ہیں لایستخفون لومۃ لائمہ کے صدق ہیں خدا کے پرچہ سے طور سے توکل رکھتے ہیں، بدعت سے چورے طور سے بچتے ہیں، ائمہ سنت ان کا پیش رہ، بدعتیہوں کو خوش مقید ہونا، ان کا حرف ہے، ان کی صحبت اہل اسلام کے واسطے یکے بیاہ ہوا ہے، علم ہے ان کے پاس بیچنے سے خدا کا آنا ہے، انی اللہ والوں کی علامت ہے، متقی اور تارک الدنیا ہیں، اہل علم ان کا فرقہ ہیں تصوف اور سلف میں کامل ہیں، مہر و غریب ان کی نذر ایک یکساں ہیں، سب کی طرف قبیلہ، ان سے مدد ملتی ہے، فقہی نے جو مہمان کی شانیں غریب، اہل حق میں تحریر کیا ہے، وہ حق، اور اب فقیر کا حسن ظن نہایت چاہت ہے، ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے، فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات کا سمجھتا ہے۔

ان صاحب کراموں نے جو شخص مولوی صاحب کو برا بھلا کہتا ہے، وہ میرا اہل دل تھا تا ہے میرے دو بازو ہیں، ایک مولوی احمد صاحب مہتمم دہلی سے مولوی رشید احمد صاحب مالک جو باقی ہے اسکو بھی غلط لگاتے ہیں، میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے، انہما علی بدعت و برا بھلا، جو مولوی صاحب کا وہ دین ہے، میں مخالف سے وہ بدعت مخالف سے، وہ بدعت مخالف سے، ہر شخص بدعت کو کہہ دیتے ہیں کہ شرعیات اور ہے، شرعیات ان کے منہ میں نہیں ہے، طریقت بہ شریعت خدا کے حکم مقبول نہیں، انہما فی قلب کھڑے ہو بھی



حاصل ہو جاتی ہے، قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے، آئینہ رنگ آنکھ سے، تو یہ شب سے بھی صاف ہو جاتا ہے، اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ گلاب سے صرف رنگ ہوتا ہے، اور آئینہ کے پچھلے کئے واسطے اتنا ہی سنت کوئی ہے، جو حق سنت ہے، وہ خدا کا دوست ہے، اور اگر مستحق ہے، تو گھٹن پر سجدہ ہے۔ فرق عبادت تو، حال سے بھی بہت ہوں گی، خدا فرماتا ہے، قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی جو رسول اللہ کا قول نہ ہو، اسے اور مومن چاہات ہو، وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا، اس فقیر سے جو اہل علم بہت رکھتے ہیں یہ صریحاً ثابت ہے، کہ حق کی مخالفت سے مولوی صاحب کا نقصان نہیں۔

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

مولوی صاحب وہ شخص ہیں، کہ خواہیں کو چاہنے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہوں اور ان کی صحبت کو خیر نہ سمجھیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی نسبت مجھے کوئی گمراہ نہ ہو، کہ ان سے بے لاد تو رہ کرے، مجھ کو ان امور سے سخت ایذا ہوتی ہے۔ جب بات ہے کہ میرے تحت چھوڑا دیا، ان پاپوں اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں، ہرگز نہیں، مولوی صاحب بے عقلی اللہ ہی صوفی، شریک ہیں، یا خداوند کامل ہیں، ان کی زیارت کو نیت سمجھیں۔

والسلام

امداد اللہ فاروقی

مہر حاجی امداد اللہ مکہ معظمہ ۲۵/ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ (۱)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشادات

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی، اگرچہ حضرت مولانا کے بچپن سے دوست، ہم مرشد اور بہت کثرت تھے لیکن حضرت مولانا کی نگاہ میں، حضرت مولانا کشمیری کا جو مرتبہ تھا، وہ بھی معمولی تھا۔ حضرت مولانا نانوتوی نے اپنی کتاب ہدایۃ الشیوخ (مؤلفہ ربیع ۱۲۸۳ھ، ص ۱۸۶) میں لکھی ہے، حضرت مولانا کشمیری کا مہر بڑے القاب و احترام کے ساتھ درج کیا ہے، فرماتے ہیں

بندہ یقیناً مدین منامہ محمد قاسم نامہ متخلص بنی سپاہی عالم، و مفسر ان و راق کی خدمت میں عرض کیا، کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ۱۲۸۳ھ بارہ سو ترانہ مجری میں، بخیر و ایمان، مطبع الفضل، جمع، المکات، طبع کرائے، زریب طریقت، حاجی شریعت، فخر ادب، الفخر، اصحاب، و غیرہ، ہر مطبع خاص، و ہر مطبع، و نہیں ان امور، و افق و محکم کے سلسلہ رشد و ارشاد، جامع کلمات، حاجی و باطنی، بخیر و ایمان، بر شہید احمد کشمیری، و مرشد و

دارشادہ (۲)

ان تحریر کے تحت یہاں سالِ ہجری ۱۲۹۳ء کا ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

عزیزِ مخلص! میں اس قابل کہ لوگوں کی رہبری کروں، اور نہ اس قابل کہ کسی رہبر کو پیچھنوں اور دوسروں کو  
جدا کروں۔ بہت اونچے بزرگوں سے عقیدت ہے، ایک تو جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب، دوسرے شہ عبدالغنی  
صاحب، ان کے بعد جناب مولوی رشید احمد صاحب شگوسی، ان بزرگوں میں سے جس کی محبت میر  
آپ کے شکرت و انوار اپنے حصہ کی تفتیش میں نہ رہو۔

۶/ صفر ۱۲۹۳ھ از ناتوتہ (۱)

مولانا شاہ محمد حسین الدآبادی کی نظر میں مولانا کامرتبہ

مولانا ترین خانہ میں تھے، حضرت حاجی صاحب بھی مولانا کو اپنے خواہش میں شہ فرماتے تھے اور یہ بات بھی قلم  
ذکر ہے کہ مولانا آبدی بہت سے مسائل و نظریات میں، حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ سے واضح اختلاف رکھتے  
تھے اور یہ اختلاف صرف قلم میں کے ہوئے، حضرت مولانا کے دل سے قدر و اہم اور نہایت مداح تھے۔ مولانا آبدی  
کے سوا غلط لکھتے ہیں:

”ایک مولوی صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ تفسیر کے متعلق گفتگو فرمائی، مولانا نے گفتگو میں  
بہت دیر سے قیام نہ کیا، بہت سے مسائل میں کہہ کر مولانا گفتگو کے یہاں مجھے یہ باتیں نہ تھیں۔  
آپ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ ناگفتگو بہت بڑے شخص ہیں، ان میں سے ہر ایک کی شان پائی جاتی ہے۔  
یہ صاحب صاحب مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پورا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ مولانا  
آبدی نے علامہ پانچویں نے ان کو یہ فرمایا تھا کہ رشید احمد گنگوہی صاحب میں نہیں ہے (یہ ان آدمیوں  
کے تعلقات ہیں، ان کے متعلق مختلف المسلک مولانا نے شہرت دی جاتی ہے)“ (۲)

مولانا آبدی نے ایک خط میں مولانا گنگوہی سے ہم خط میں لکھا

”آپ ایک عظیم شخصیت ہیں، مولانا گنگوہی ان کے عالیٰ نعمت، بلند القصد ہیں۔ ذاتِ داریں کے  
مابین میں جو کچھ کہہ رہے ہیں، ان کی باتیں ریشہ ریزی ہیں، ہر کام میں ان کی غرضی انجام دہاں ہے۔ ہم لکھے،  
ہم نے یہ لکھے، ان کے کام میں وہی، ان کی اہم نہ کو نہ پہنچا۔ اگرچہ سرمایہ ہے بھی تو ناکامی، کمائی ہے تو  
معمولیت، حلقے کے لئے کچھ نہیں ہے، تو یہ باتیں ہر شہرت اعلیٰ“ (۳)

(۱) مولانا شاہ محمد حسین الدآبادی کی نظر میں مولانا کامرتبہ، ص ۱۵۳، (۲) مولانا شاہ محمد حسین الدآبادی کی نظر میں مولانا کامرتبہ، ص ۱۵۴، (۳) مولانا شاہ محمد حسین الدآبادی کی نظر میں مولانا کامرتبہ، ص ۱۵۵







## فقہ و فتاویٰ نیز فتاویٰ رشیدیہ کے خطی اور مطبوعہ نسخے

حضرت مولانا گنگوہی کی دینی، علمی، فقہی، اصلاحی، تربیتی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا اور اس کا ایک ایک پہلو، اپنے اندر مختلف جہات اور اصناف و تبلیغ کی مختلف نوعیتیں لئے ہوئے ہوتا تھا، یہاں ایسے تمام پہلوؤں پر گفتگو کی گنجائش نہیں، تاہم یہ لکھا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا کی بڑی اور ممتاز و موثر فقہی خدمات اور کارناموں کو، بنیادی طور پر چار بڑے حصوں پر تقسیم کر لیا جائے اور ہر اک حصہ کا مختصر و مفید و جزوی، اجمالی تذکرہ کیا جائے۔ یہ تقسیم و ترتیب اس طرح ہو سکتی ہے:

(۱) فقہی موضوعات و مباحث پر تصنیفات و رسائل

(۲) روزمرہ کی ضروریات میں عوام کے سوالات اور مسائل کے کرام کے علمی فقہی استفسارات کے جوابات جس کا سلسلہ

ایک دائمی معمول اور روزی و عید کیسے کے طور پر زندگی کے تقریباً پچاس سال نصف صدی پر پھیلا ہوا تھا

(۳) صحیح و مفاد و مباحث اور ان کی شرعی حقیقت و حیثیت اور موقع بہ موقع، عوام میں پھیل جانے والی کسی بڑی

بدعتی، زین و شریعت کے کسی اصول کی بے توقیری و خلاف ورزی اور فقہی معاملات و مسائل میں عوام کی اطلاع

اور حقیقت کے لئے، مفصل فتویٰ کی تحریر و تالیف، ان کی اشتہار کی صورت میں اشاعت کا اہتمام اور پورے

برصغیر کے مسلمانوں اور اہل علم و ادب تک ان کو پہنچانے کی مسلسل کوشش۔

(۴) فقہ و فتاویٰ اور احکام شریعت کی صحیح ترین اور عمیق و اعلیٰ ترین اس کی ہر ممکنہ حد آخری درجہ کا اہتمام اس کی جلا اور

آئندہ نسلوں تک اس جوہر نامی کو پہنچانے کے لئے عام صاحبِ نظر، اوقاف و خاندان و خاندان اسباب کی علمی، ملی،

تربیت کے بعد ان کے سامنے قلمی نظر یا قلمی نظر اور ان کے لئے فتویٰ کی علمی تصحیح و ترمیمی، ناقدانہ نظر سے ان کا

جواب و رد ان کی فکر و اشتغال پر ہمہ گیر کا دائمی اہتمام۔

اگرچہ حضرت مولانا کی فقہی خدمات اور حالیہ مہم کو جاننے کے لئے ان فتاویٰ کا مفصل تعارف اور جاننا بہ حد ضروری

ہے مگر یہاں ان میں سے صرف عنوان نمبر ۱۰۴ کا کچھ تذکرہ کیا جائے گا۔

**تصانیف:** حضرت مولانا کی تصانیف و مؤلفات کا مجموعہ، شہر کتاب اور صفات کے تحت لکھے گئے ہیں۔ یہ تصانیف و مؤلفات ہیں۔

ولم تکن لہ کثرة اشتغال بالتالیف (۱) | حضرت مولانا کا تصانیف و مؤلفات کا مجموعہ۔  
دوسرے موقع پر لکھا ہے:

لہ مصنفات محتصرہ قليلة منها تصنیفہ القلوب و ابعاد السلوک . و هداية الشيعة

جو تصانیف و مؤلفات ہیں، ان کے صفحات بھی غیر معمولی اور بڑاوں میں نہیں ہیں، لیکن ان کے مندرجات اور مباحث و مضامین اہل اہل حق و حق پرستوں کو علم و دانش و فہم میں نظر ہو، دونوں کے مقاصد اور باہمی رشتہ کو کسی قدر پہنچاتے ہو اور علوم کے غوامض و اسرار کی قدر کر سکتا ہو، اس سے پوچھئے کہ حضرت نے کس طرح اپنی ایک ایک تالیف و تحریر اور اسطر فتاویٰ کو بھی دریا بکوزہ کی مثال، اور ایک مثال و تخیل کو حقیقت کا پیرا بن عطا فرمایا ہے۔ ایک ایک صفحہ کی بات نہیں، بعض بعض موقعوں پر ایک ایک فقرہ اور سطر، باخبر اور بہت ذہین پڑھنے والوں کو بھی محو حیرت کر دیتی ہے۔ کہ کس طرح پوری ایک کتاب کے مندرجات کو، ایک بحث کے مضامین کو، ایک فقرہ یا سطر میں سمودیا ہے، یہی وہ کمال اور وصف ہے، جس کی عظیم الامت حضرت مولانا تقانوی نے ان الفاظ میں تعریف و تحسین فرمائی ہے۔ حضرت مولانا تقانوی کا قول ہے

”مولانا گنگوہی دریا کو بکوزہ میں بند کر تے تھے اور مولانا تقانوی کوزہ سے دریا نکالتے تھے“ (۲)

جس میں جس قدر علم و صلاحیت ہو، جس درجہ کی علمی ہمت ہو، وہ اس سے اسی قدر وسیع، اور بے پیمان نتائج اخذ کر سکتا ہے، اس کو پچھلایا کر اس کی شرح بھی لکھ سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے یہ تمام مؤلفات و کتب، اگرچہ اردو میں لکھی گئی ہیں، مگر زبان بھی بہت مشکل، اور غیر مفہوم نہیں ہے مگر پھر بھی اکثر تصانیف کے لئے نہ صرف سب سے، کہ ان کو کسی ذی استعداد عالم سے، خوب محنت اور کوشش کی توجہ سے حل کیا جائے۔

حضرت مولانا نے تحریر و تصنیف کا کتب آغاز کیا، اس کا سراغ نہیں ملتا، تاہم حضرت کی جو پہلی تصنیف معروف اور مشہور ہے، وہ فتاویٰ رضویہ سے متعلق نہیں بلکہ عقائد اور کلام کے موضوع پر ہے۔ یہ ہدایہ الشیعة ہے، جو ۱۸۸۱ء میں لکھی گئی اور شائع ہوئی تھی، اس میں اہل تشیع کی جانب سے اہل سنت پر کئے گئے چند اعتراضات کا تنبیہ، علمی مدلل جواب ہے، جس

(۱) تاج القرآن ج ۱۵، ص ۸۰۔ (۲) حیدرآباد

(۲) تاج القرآن ج ۱۵، ص ۸۰۔



کے ساتھ مصنف کی تحریر بھی نظر نہ رہے۔ قلم کا انداز ہوتا ہے۔ اسی سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ مصنف کی اور بھی عظیم خدمات و تصانیف ہوں گی، جو محفوظ نہیں رہیں۔

(۱) فقہ قرآنی پر حضرت مولانا کی سب سے پہلی دریافت و طبوع کتاب، زبدۃ المناہج ہے، جو فقہ حنفی کی تعلیم ہے، ہماری سہل حضرت مولانا نیز حضرت مولانا نوٹوی کے ایک ممتاز شاگرد مولانا فرحان شمس الدین کی خوش قسمت، شیعہ اُکس الطباع، دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا کی صرف تین چارغات و رسائل ایسے ہیں جن کا نہ تالیف معلوم ہے:

(۲) الطرائق السجیح فی عدد رکعات النحر اربع مؤلفہ ۱۳۱۵ھ

(۳) اوثق العری فی تحقیق الحسنة فی القرح مؤلفہ ۱۳۱۵ھ

(۴) رد الطغیان فی اوقاف القرآن مؤلفہ ۱۳۱۵ھ

اور دو مؤلفات و رسائل پر سند تالیف درج نہیں ہوئی ہے:

(۱) سبیل الرشاد فی التقليد والاجتهاد

(۲) الشمس المامعة فی کراہۃ الحساعة الثانیہ

یہ بعد رسائل و کتابات گزشتہ صفحہ ہیں، مگر ان کی معنویت اور دینی فقہی مباحث میں ملان کی اہمیت اور نشان راہ ہونے کی وجہ سے ان کی تفصیلات کی گئیں، جیسے اور قریب بھی گئیں نیز ان کے تاویلات اور پھر ان کے جوابات وغیرہ پر بھی شبہیں آتیں، جو ہمیں آج میں مگر یہ طرعات سے اس قسم کی تفہیم نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اور مفسرین و تفسیر اور وقت یہ منتظر ہوگی۔

تیسرے حضرت مولانا کے دینی عقلی مسائل اور فقہ حنفی کے منسوب ہیں، فقہ قرآنی، یا دینی احتیاط القہر، تحقیق القہر و مسافر یا مباحثات، مباحثات فقہیہ، مگر یہ حضرت مولانا کی باقاعدہ تالیفات نہیں، بلکہ ان موضوعات پر صاف قرآنی ہیں، ان مسائل سے مولانا نے گفت و بات کی ہے، ان کے جوابات کے خیال سے، مگر یہ مباحثات کی صورت میں مستقل فتویٰ سے پہلے ہوئے، ان کے ان وصفت مولانا کی باقاعدہ مباحثات و تصانیف میں شمار کیا جائے نہیں۔

چوتھے شاگرد حضرت مولانا کی کتاب ہے، جو بے شمار دینی مسائل پر ہے، ان کے بعد مولانا نے جو دینی مسائل میں اور مسائل پر بحث کی ہے، ان کے بعد حضرت مولانا کی تصانیف و مباحثات اور قریب و دور میں کے ساتھ حضرت مولانا کے دینی مسرت و محنت کا بھی جائزہ لیتے ہیں، یہ کتاب مولانا کی تصانیف کی قسم ہے، جسے حضرت شریف کی عمرہ عثمانی میں مولانا نے لکھا تھا، جس میں دینی مسائل کی حقیقت اور جواب دہی میں مولانا نے ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ ان میں

تہ کسی ایک فن میں پکا نہ ہو نہ کار تھے، بلکہ ایکے جن کو وہ چیز میں تبحر تھا اور دوسرے میں تبحر تھا، اور ہر شے میں تبحر تھا، جو ان میں سے ہر ایک منزل کے رہنما تھا، ہر ایک درجہ کے خواص اور حدیث و فقہ و اصول و لغت و ہر ایک کی باطنی بصیرت و نظر سے مبرا اور ہر ایک کی کردہ شہادت میں اپنے مہر کے لئے نشان و راہروں پر نذر ہوئے۔

پس تو حضرت مولانا کے شاگردوں اور مستفیدین کی ایک بڑی تعداد ہے، مگر یہاں صرف ان حضرات کے نام نہ کر کے جاتے ہیں، جنہوں نے حضرت مولانا کی خدمت میں قیام کر کے ایک مدت تک فقہ و فرائض کی تعلیم حاصل کی، فتاویٰ نواری کے اصول جانے، اس کی تعمیل و مشق کی، اور بعد میں خود اپنے تجارت و کسب کے نام اور ان کے کام اور عہدہ میں ان کی خدمات کے علاوہ اور فقہ و فتویٰ کی دنیا میں ان کا یہ بلند مرتبہ ہے کہ ان میں سے بعض کے فتاویٰ اور فقہی ہدایات و فتاویٰ و نظریات اور اثرات صحیح مسرت میں آئے، بڑھنا سفر کرنا بہت ہی مشغول ہے۔ انہوں نے ترتیب دی ہے، ان کے مطابق ہے۔

(۱) مولانا صاحب احمد: خلف حضرت مولانا محمد قاسم بنونواری

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

(۳) حضرت علامہ انور شاہ کشمیری

(۴) حضرت مولانا صاحب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی

(۵) حضرت مولانا فلیل احمد انیسوی، مہاجر مدنی

(۶) مولانا صدیق احمد کاندھلوی

(۷) مولانا عبد الغفار صاحب اعظمی

(۸) مولانا مفتی عبد العزیز بنانی

(۹) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندی

(۱۰) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی

اسی فہرست میں مفتی اعظم مولانا مفتی اعجاز الدین صاحب کاندھلوی شامل کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مفتی صاحب حضرت مولانا تھانوی کے برابر است، مگر انہیں تھے، لیکن دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تعلیم میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور امتحان دہکرتے تھے۔

ان حضرات میں سے ہر ایک کی فقہی خدمات اور ان کے عہد میں دینی و علمی و اجتماعی خدمات پر، ان کے اثرات اور بعد کے اہل فتویٰ کا ان سے استفادہ ان کے طریقہ کار اور روایت کی پاسداری کی تفصیلات، ایک ضخیم کتاب یا متعدد جلدوں میں مفصل جامع مقالات کی طالب ہیں اور یہ صفحات اس کا کھل نہیں ہیں۔

یہاں اس دلچسپ حقیقت کا بھی پتہ نہ کر رہا ہوں ہے، کہ فاضل بریلوی، احمد رضا خاں صاحب اپنے ہم نوا، جن صاحب کی فہم فنی میں مہارت اور کمال کے حریف ہیں، دو یا تو براہ راست حضرت مولانا لکھنوی کے شاگرد ہیں، یا حضرت مولانا کے شاگردوں سے مستفید ہیں جس میں مولانا سید، یہ اعلیٰ القدری سرفہرست تھے۔

حضرت مولانا صاحب کے متون پر نہایت گہری نگاہ، غیر معمولی، بہت نظر، رسائی ذہن اور وقت نظر سے کئی فقہی اختلافی بحثوں اور اچھے ہوئے معاملات و مسائل کو اس طرح حل کیا اور ان کے بعض اہم گوشوں کا حسن استدلال اور ہنویت سے مزین، مایہ خالص صورت اور عمدہ تجویز فرمایا، کہ اہل علم و نظر حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا کے ایسے فتاویٰ میں نہایت استدلال کے علاوہ اس دلچسپ فہم فنی گہرائی جامعیت ہے کہ اس دور کے علمائے دین فتویٰ کو، کمال فن فہم حدیث اور فقہ کا ایک گراں بہا خزانہ قرار دیا ہے۔ حضرت مولانا کے معاملہ جلیل القدر علماء نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا اور اس طرح فقہ اخذ و استنباط کو اپنے لئے نمونہ اور شان راہ قرار دیا، بلکہ ان حضرات نے بھی، جو فقہی اختلافی مسائل میں دوسری رائے رکھتے تھے، اس حسن استدلال کی تحسین کی۔

حضرت مولانا سے عام مسائل اور روزانہ کے معمول کی چیزوں اور ضروریات کی نسبت، جب دریافت کیا جاتا تو مختصر جواب تحریر فرمانے کا معمول تھا، جو مسئلہ کی حد تک کامل اطمینان بخش، مختصر و مفید اور پر مشتمل، عمدہ حدیث شریف کے متون اور فقہی کتابوں کے حوالوں اور جزئیات سے خالی، مگر ایسا ہی مفید جامع اور پراثر فتویٰ ہوتا تھا، کہ اس سے اس مسئلہ کے عام جانے والے دریافت کرنے والے کا پورا اطمینان اور تشفی نہ جاتی ہے اور فقہ و فتویٰ میں بصیرت اور فقہی متون پر نظر رکھنے والے ابھی اس کی گہرائی اور ہنویت کو محسوس کے بغیر نہیں رہتے تھے کہ نہایت مہارت سے مہم چند الفاظ میں مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے، بعد اصول دین و شریعت اور فقہ میں فقہاء کے اختلافات و اقوال کی ہمیل ترجمانی بھی فرمادی ہے۔

مگر ہر ایک مسئلہ اور ہر طرح کے فتویٰ کے نہایت ایک دو یا چند سطروں پر ہی مشتمل اور مختصر نہیں ہوتے تھے، بلکہ وہ سوالات و فتوہ حید و عقائد و بدعات و رسوم، یا کسی اہم فقہی مسئلہ پر ہوں، جس میں اہل فتاویٰ کا اختلاف ہو، یا کسی دوسرے مسلک کے حامی کی تصریحات و تقریبات کی وضاحت کی ضرورت ہو، یا بہت خصوصیات و بدعتیں، جو اس دور میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی وجہ سے عام پورے تھیں، ان کی یہ وہ غلطی کی ضرورت ہوتی، تاویز یا جزو اقتصاد کا معمول باقی نہیں رہتا تھا، ان پر مفصل لکھنا ہوتا، جس میں آیات و شریعت احادیث و آثار، اور فقہاء کے اقوال اور فقہانے مکتد بین و متاخرین کی روایات نقل فرماتے ان کا وجہ واضح کرتے اور تمام پہلوؤں کو اس طرح واضح اور روشن فرما دیتے تھے، کہ منصف مزاج حقیقت کے طالب کو کچھ بھی باقی نہیں رہتی تھی۔

ایسے مباحث میں حضرت مولانا صرف معروف و مأخذ و استدلال کا تذکرہ نہیں فرماتے، بلکہ کئی مرتبہ اس نظر سے کہ ثبوت میں ایسے وائیل پیش فرماتے ہیں اور احادیث شریفہ کے الفاظ کی توضیح کے ساتھ اس سے اس طرح استدلال کرتے ہیں، جو اگرچہ بالکل نیا ہوتا ہے، اس سے پہلے شاید ہی کسی محدث فقہ یا عالم نے، اس سے اس مقدمہ کے لئے اس طرح استدلال کیا ہو، مگر جب حضرت مولانا کے طریقہ تفہیم اور طریقہ استدلال پر نگاہ جاتی ہے تو یہ تسلیم کے بغیر چاروی نہیں رہتا، کہ اس کا واقعہ یہی مفہوم ہے، جو حضرت مولانا نے اخذ کیا ہے، جس پر آج تک کسی کی نظر نہیں پڑی تھی۔

حضرت مولانا، بااثر فقہ حنفی کے ایک بڑے نمائندہ اور ترجمان تھے، لیکن اپنے عہد کے اکثر حنفی فقہاء سے نہایت مختلف، بڑے غواص، نہایت دیدہ وور، فقہ حنفی کے مأخذ و جزئیات کے نہ صرف جاننے والے، بلکہ ان کے فہم و بین نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ۔ جس معروف فقہی روایات و اصول میں، استدلال و انطباق کی کمی رہ جاتی ہے، اس کی تصحیح بھی کرتے ہیں اور سب ضرورت متفق و تجزیہ بھی۔ حدیث شریف سے فن کی مطابقت اور اصول فقہ و حدیث کے تمام معاملات سے گذر کر، چھان کر، کسی بڑے اہم مسئلہ کی تشریح فرماتے ہیں، تو اس کی سطح بلکہ حرف حرف پڑھنے اور غور کرنے کا ہوتا ہے، اس کی مدد سے اس مسئلہ کے حل کے علاوہ اور بھی کئی مباحث و مسائل کو گہرائی تک جاننے اور ان کے حل کرنے میں مدد مل جاتی ہے، نیز اس طریقہ کار سے رہنمائی حاصل کر کے اور مسائل کی تفہیم بھی آسان ہو جاتی ہے۔

بہر حال حضرت مولانا گنگوہی نے تقریباً چالیس پینتالیس سال تک، تحریروں قادیان میں مشغول بسر کئے۔ حضرت مولانا غالباً ۱۲۱۵ھ یا ۱۸۳۹ء میں چار سال دہلی میں گذار کر، جب مولانا کی عمر اکیس سال تھی (ولادت ذی قعدہ ۱۲۳۳ھ) اسی ۱۸۴۶ء میں تعلیم مکمل ہونے پر وطن واپس آ گئے تھے، (۱) اس وقت سے مختصر ملازمتوں کے دو موقعوں کے علاوہ، حضرت مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ، اپنے وطن گنگوہا ضلع سہارنپور، یوپی (۱) میں ہی گزرا، اور اگرچہ اس کی کوئی واضح شہادت یا اطلاع موجود نہیں، لیکن قرآن و آثار کہہ رہے ہیں کہ حضرت مولانا نے اسی وقت سے خود کو، دینی علمی خدمات کے لئے گویا وقف کر دیا تھا، جس میں اور مصروفیات کے علاوہ عوام کی دینی مسائل میں رہنمائی اور مسائل و فتویٰ کی تحریر کا عمل بھی جاری تھا، لیکن اس دور کے لکھے ہوئے فتوؤں کی نقل یا تفصیل دریافت نہیں، صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی کے فتویٰ پر جلد ہی

(۱) تاریخ ولادت کے لئے علامہ ہونہار رحمہ اللہ مولانا عاشق ابی صمدی ص ۱۳۔ جلد اول، جمع اول، سہارنپور، ۱۹۷۷ء اور تذکرہ ارشید میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

”اس وقت جب آپ کی مرثیہ تصنیف پانچویں سال کی تھی، آپ کا زمانہ طلب علمی ختم ہوئی اور آپ نے اپنے وطن واپس کی جانب مراجعت فرمائی“ ص ۳۵

”دہلی میں پڑھانے طلب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا، اس کی مدت کو دیکھ کر بیشک چار سال ہوتی ہے“ ص ۳۶

اس نظر کو احتیاد ہو گیا تھا، عوام کے سوا اس کے علاوہ بھی اس وقت کی تحریروں اور فتویٰ پر، حضرت مولانا کی تصدیق و تائید کا درجہ ہونا استغناء کی علامت سمجھی جاتی تھی اور یہ صرف مولانا کے وطن اور اس کے اطراف کی بات نہیں تھی، بلکہ ساری دور دراز علاقوں خصوصاً پنجاب میں تالیف اور شائع متعدد مختصر تالیفات یا فقہی مسائل و موضوعات کے جوابات و رسائل پر، حضرت مولانا کی تائید و تصدیق اور مہر ثبت ہے، مٹی کے طبلہ چند رسائل و فتاویٰ پر بھی، حضرت مولانا کی تصدیق و درج ہے۔ ایسے جو رسائل و فتاویٰ اس وقت تک میری نظر سے گزرے ہیں ان میں سب سے قدیم رسالہ جس پر، حضرت مولانا کی بحیثیت فقیہ و مفتی کے تصدیق مہر شامل ہے ۱۲۵۵ھ ۱۸۵۹ء کا ہے، جو اس بات کی علامت ہے، کہ حضرت مولانا کا اس وقت تک، فقہی دنیا میں اعتبار و اعتماد قائم ہو چکا تھا، (۱) اور اطراف و احوال کے علاوہ دور دراز علاقوں میں بھی، حضرت مولانا کا نام ایک جید صاحب اعتماد و مفتی کی حیثیت سے جانا پہنچا ہوا تھا، مسائل و فتاویٰ پر مولانا کی مہر و کچھ پڑ کر، اس پر اعتماد ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا کی وقت نظر اور فقہ و فتاویٰ میں باہر پر داری کے ساتھ ساتھ، حضرت مولانا سے رجوع اور اعتماد میں متواتر اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ حضرت مولانا کی حیثیت بالکل سے صوبہ سرحد اور بلوچستان تک، ایک بڑے مقصد اور وسیع دور اور فتح و مفتی کی ہو گئی تھی اور حضرت مولانا فقہ و فتاویٰ پر بھی، امام عصر اور مرجع اہل نظر تسلیم کر لئے گئے تھے۔

مگر چہ حضرت مولانا کے فتوے، ملک کے دور، خطوں تک معروف و مقدر شہر ہوتے تھے اور کتب و رسائل کے علاوہ اشتہارات کی صورت میں چھپ کر بھی، مذہب و دین و مذہب کی فہم و فہم کے لئے، اصداغ و عمل کا ذریعہ بنتے تھے، مگر اس دور میں حضرت مولانا کے فتویٰ کی نقل و کتب، عربی کے مبعوثوں کا ہونی، انہوں نے مولانا کو اس کا سراغ نہیں ملا، حضرت مولانا کے فتویٰ کی نقل کرنے اور یہ ہدف حاصل کرنے کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا، جب حضرت مولانا نے دوسرے سفر حج سے واپسی کے بعد، ماہ مارچ ۱۲۵۵ھ جون ۱۸۵۹ء میں، حدیث تالیف کی اہل ترین کتابوں، خصوصاً صحاح ستہ کے درس کا ارادہ کیا، جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی دور دراز کے محققین سے دعوت ہوئی، مگر حرمین منیہ کی دستی استعداد اور فائزین اور طلبہ، حضرت مولانا کے درس حدیث میں شرکت کے لئے نمودار نہ ہوئے۔ ان طلبہ کے ذریعہ سے حضرت مولانا کے علم و عرفان کا فیضان، ایک بڑے دور کی صورت میں جاری ہوا، اس کے بعد، اشراف و اشراف کی خوشبو و برصغیر ہند کی سرحدوں سے گذر کر، دور تک پہنچی، مصلوں ملکوں سے طلبہ اس حدیث میں نمودار ہوئے، جو اپنے اپنے انتظام اور سہولت کے مطابق، آنکھوں میں قیام کر کے حضرت کے درس حدیث میں حاضر ہوتے اور اپنے علمی و علمی مسائل سے جوابات سے ملا مال کرتے تھے۔

(۱) تالیف تالیف تالیف سے بھی پہلی ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فتاویٰ رضوی کی کتاب اہل ان کا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کی تقریر ہے، جزء ۱، ص ۱۸۵۳ء کی ملاحظہ ہو۔

ان طلبہ کو، جب حضرت کے حدیثی افادات و ارشادات کی، خاص معنویت، گہمی اُٹی، گہمی اُٹی کا اندازہ ہوا تو ان افادات و مطالب کو محفوظ قلم بند کرنے کے، سلسلہ کا بھی آغاز ہوا، اسی وقت حضرت کے فتاویٰ کی نقلیں رکھنے کا سلسلہ شروع ہوا اس سلسلہ کا سب سے پہلا مجموعہ، جس نے مرتب کیا اس کا تذکرہ آسان نہیں ہے لیکن مرقم طور کو جن چند مجموعوں کا علم ہے، ان میں سب سے پہلا مجموعہ افادات وہ ہے، جو مولانا شرف الحق دہلوی نے ۱۲۳۵ھ-۱۸۸۵ء میں مرتب قلم بند کیا تھا۔ اس وقت سے حضرت مولانا کی وفات، بلکہ بعد تک، حضرت مولانا کے فتاویٰ کی جمع و ترتیب ہوتی رہی، جس کی قدر و قیمت مرتب ہونے، ان کی صحیح تعداد بھی معلوم نہیں، لیکن اس ذخیرہ میں سے، بارہ چودہ، چھوٹے بڑے مجموعوں کا، مجھے تعارف یا سراغ ملتا ہے۔ تفصیلات درج ذیل ہیں:

**نسخہ دہلی:** مولانا شرف الحق صاحب، دہلی کی پنجابی برادری سے تعلق رکھتے تھے، دہلی کے اساتذہ سے ابتدائی تعلیم کے بعد، مدرسہ دہلی بند اور اعلیٰ مدرسہ دارالعلوم کے اساتذہ و علماء، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب وغیرہ سے اعلیٰ درسیات کی تعلیم مکمل کی، حدیث شریف کے درس و اختتام کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، غالباً دو سال تک گنگوہی میں قیام کیا، جس میں سے خاصا وقت، حضرت مولانا کے ولادت کے روزگار اس دوران حضرت مولانا سے حدیث کی اعلیٰ کتابیں، خصوصاً سورہ حدیث شریف، بہت عمدہ طریقہ پر پڑھا اور مکمل کیا۔

مولانا شرف الحق صاحب نے اس قیام کے دوران یہ فیصلہ کیا تھا، کہ وہ حضرت مولانا کی درس کی تقریریں محفوظ و قلم بند کریں گے، اس کے علاوہ حضرت مولانا کے فتاویٰ کی نقلیں رکھنے کا بھی اہتمام کیا، حضرت مولانا کے ارشادات و ملفوظات بھی لکھتے رہے، اس طرح مولانا شرف الحق نے ایک بڑا ذخیرہ یک جا کر لیا تھا، جو فل سیکپ (AV4) ناپ کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل تھا، جس میں حضرت کے تقریباً پانچ سو فتاویٰ بھی درج تھے۔ مولانا شرف الحق کے فرزند امجد اصا بری صاحب نے لکھا ہے کہ:

”اس قلمی کتاب میں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ رشیدیہ یہ جمید یہ کے ۱۲۸۷ھ چار سو ستاسی ا فتوے نقل کئے ہیں“ (۱)

یہ مجموعہ افادات و تقریریں ۱۲۳۵ھ-۱۸۸۵ء میں قلم بند ہوا۔ مولانا شرف الحق نے اسی مجموعہ میں حضرت مولانا کا رسالہ کرامت جماعت ثانیہ القیظوف الدایہ بھی نقل کیا ہے، اس کے آخر میں جارت تحریر اور گنگوہی میں اسی قلم کا واضح تذکرہ کیا ہے تحریر ہے:

(۱) داستان شرف مولانا شرف الحق فتاویٰ امجد اصا بری صاحب میں ص ۲۰۰ دہلی

”اضعف العباد، شرف الحق، خدام الدین دہلوی، بہ شب سہ شنبہ بماد محرم الحرام ۱۳۰۳ھ، بہ مکان مولوی ابوالنصر اور مولانا رشید احمد۔“ (۱)

یہ مجموعہ جس میں حضرت مولانا کے بہت اہم اور خاص فتوے درج ہوئے ہیں، امداد صابری صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جمع ہوئے۔ ۱۳۰۹ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء تک محفوظ تھا، اس کے بعد، اس قیمتی نسخہ پر کیا گزری، کہاں گیا، کچھ معلوم نہیں۔ البتہ معلوم صرف کا یہ عجیب ضائع ہو چکا ہے، ان کے درتاسے بار بار رابطوں کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملا، کیا کہا جائے، ہفانا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری دن و رات ہے اور قارئین کرام بھی اس میں شامل ہوں اور اس پر آمین کہیں، کہ یہ گوہر گرانمایہ ضائع نہ ہوا ہو، جس محفوظ ہو اور شائع ہو، اہل علم و ذوق کی تسکین کی خاطر اور رہنمائی کا سامان بن جائے۔

۲۔ **مجموعہ مرتبہ مولانا عبدالغفور چندیانوی، مکتوبہ ۱۳۱۱ھ:** حضرت مولانا مکتوبی کے مہتمم شاگردوں میں سے ایک نام، مولانا عبدالغفور صاحب چندیانوی بھی تھے۔ چندیانہ، موجودہ ضلع بلند شہر مغربی یوپی کا ایک قصبہ ہے، یہاں کئی اہل علم پیدا ہوئے، ان میں سے مولانا چندیانوی بھی تھے، مولانا عبدالغفور صاحب نے بھی، حضرت مولانا مکتوبی کے فتاویٰ کا ایک نسخہ مختلف مجموعہ مرتب کیا تھا۔

یہ مجموعہ چھوٹی پیمائش کے ایک کمزور (تینا نوں) صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ حیرانہ مطبوعہ ہیں، سادہ رواں نستعلیق قلم ہے، جو بہت عمدہ اور پختہ نہیں ہے۔ اس میں حضرت مولانا مکتوبی کے تینتیس فتوے نقل ہوئے ہیں، آخر میں ایک مفصل فتویٰ میں دہ کے موضوع پر فارسی میں ہے، یہی اس مجموعہ کا سب سے مفصل فتویٰ ہے، جو نو صفحات پر مشتمل ہے، اس ۹۱ سے ۱۰۱ تک اس فتوے کے آخر میں حضرت مولانا مکتوبی کے نام کی تصدیق نہیں، اس فتوے کے اختتام پر یہ مجموعہ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ آخر میں کتاب نسخہ نے اپنا مورخہ تاریخ تحریر کی ہے۔ الفاظ و خط و دوا

”تم مشد راقم الحروف، المعروف المشہور، مدد پاپا تصور رانی رحمت ربہ الغفور، بندہ عبدالغفور چندیانوی۔ روز سہ شنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ بمطابق ۲ جنوری ۱۹۹۵ء۔“

نسخہ چندیانوی، پاکستان میں، انجمن ترقی اردو، کراچی کے ذخیرہ خاص میں محفوظ تھا، اور اب یہ تمام کلکشن انجمن کی لائبریری سے نیشنل میوزیم، کراچی میں منتقل ہو گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو، کراچی کی فہرست مخطوطات میں، اگرچہ اس نسخہ کا تعارف نہ لایا گیا ہے مگر کتاب کا نام مختلف اس کتابت میں لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) مکان شرف، محلہ شرف الحق، قریب محلہ سادہ، ص ۳۰۰، دہلی

رسالہ فقہ

صفحات ۹۹ - طور حسن تصنیف فی ۱۲۶۲ھ

سہ کتب ۱۲۶۲ھ

حریر قلم ہے:

"زادہ تر جوابات مولوی رشید احمد گنگوہی کی جانب سے ہیں اور کہ مولوی محمد یعقوب خان قزوینی کی جانب سے۔" (۱)

خط خلقت اور وہاں ہے۔ مطبوعہ علم مست کے آخر میں ترجمہ نصف بھی نقل کیا ہے مگر اس میں بھی سزا بخور غلطی ہے۔  
جہاں جہاں مست مخطوطات انجمن نے دی ہیں ان میں کچھ اس قدر تباہی ہوئی ہے کہ (۱) یہ کتاب جس کا یہاں تذکرہ ہوا ہے درحقیقت مولوی قزوینی نے لکھا ہے جس میں سے صرف ایک قزوینی اس کی صراحت کر رہی اسلئے انھوں نے یعقوب خان قزوینی کا شامل ہے اس کے آخر میں صاف لکھا ہے  
"تیسرا قزوینی رحمت رہا محمد یعقوب خان قزوینی"

بہرحال یہ مجموعہ مولانا عبدالمظفر چند یا قزوینی کے قلم سے ہے ترجمہ کا جب غور سے مخطوطات انجمن میں بھی نقل ہوا ہے مگر اس میں بھی سزا بخور غلطی ہے۔ مولانا نے اس میں غلط ایک بھی نقل کی تاہم یہ ترجمہ اتنا بڑا ہے کہ اس میں غلطی ہو سکتی ہے۔ کچھ جگہوں پر مولانا گنگوہی کا نقل لکھتے ہیں جس میں غلطی ہے۔  
اس لئے انجمن کی غلطی کہ اس اور میں اختلاف مولانا نے وہی نقل لکھا ہے اس کے بعد کامرٹ ہونے کی نقل درج ہے۔  
نوٹ ہے اصل نسخہ کے ترجمہ سے صاف معلوم ہوا ہے کہ یہ مجموعہ ۱۲۶۳ھ کا مرتب ہوا ہے۔

دفعہ طور اس نسخہ کا قزوینی نہیں اس وقت انجمن ترقی اردو کے معتمد خصوصی احمد بخش اعظمی نے ثابت کیا ہے۔  
شروع میں صاحب اس حدیث کی حقیقت سے واقف ہوئے اس کے بعد ان کے بعد ان کے فریق کچھ چاہتا ہے کہ صاحب نے کہا کہ اس سے انکار کر دیا وہ لکھ کہ "میرا بھی اس کا فرقہ میں چکھتا ہوں" اس میں غلطی ہے کہ ان کی انجمن ترقی اردو اور انجمن میونسپل کراچی کا مضمون اوں غلط ہے۔

۳- مجموعہ مولانا فاطمہ حسین، فرخ آباد۔ مکتوبہ غالباً ۱۳۳۱ھ فرخ آباد، بانی کے ایک نامہ مولانا فاطمہ حسین صاحب کا حضرت مولانا گنگوہی سے خاصا باہر چلا تھا۔ فقہی مسائل میں صاف صاف لکھا ہے کہ حضرت مولانا

۱- اس مضمون سے انجمن ترقی اردو صاحب اس حدیث کی صورت میں ۱۲۶۵ھ میں انکار کیا تھا۔







یہ امر موقع پر سوال کرنے والے نے مضافات کی ہے "آج بروز بدھ ۱۸ فروری ۱۸۸۸ء (ص: ۱۲۰) قلمی ایہ تاریخ ۸ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ کے مطابق ہے اس ترتیب کا گرنیٹیل یہ ہے کہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد کے فتوے بھی اسی دور کی یادگار ہوں گے۔

یہ بھی ذیل ہوتا ہے کہ اس مجموعہ کا مرتب یا کاتب: حضرت مولانا کی خدمت کا حاضر باش شاگرد یا خصوصی تعلق رکھنے والا فاضل ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے "آقا پر ۱۰ نامہ نظر اعلیٰ" یہ تقریر مظاہر کے مجموعہ پر درج ہے وہ غیر مکتوبات پر مشتمل ہے، جن میں جامعہ مولویوں کے لئے بھولیا بھی آسان نہیں۔ اس کو صحیح محفوظ اور قلم بند کر لینا تو خاص ساداسیت اور فہم کے بغیر متوقع ہی نہیں۔

حضرت مولانا کے نوادہ شت فتاویٰ کے بعد راقم نظر کے مرتبہ زیر نظر مجموعہ باقیات کا، سب سے بڑا اور مرکزی ماخذ ہے۔

۵۔ نسخہ رام پور، مکتوبہ بعد از وفات حضرت مولانا: حضرت مولانا کے فیہ مطلوبہ فتاویٰ کے چند نمونوں میں سے ایک مختصر سا مجموعہ ہے۔ جو مدرسہ فقہانیہ رام پور کے خیمہ خانیہ میں موجود ہے۔ یہ مجموعہ نقل سلیپ (۸۷۴) پرکاش کے طرف آتوس (۲۹) صفحات پر مشتمل ہے فی مجموعہ پر یہ علامہ آتی ہیں، صاحب مکتوبات کے دو صاحبان ہیں، وہ محمد وقیم صاف مجموعہ ہوتے ہیں۔ اس مجموعہ کے سرورق پر لکھا ہے

"فتاویٰ حق، از مولانا رشید احمد صاحب"

قرآن میں حضرت مولانا کے علاوہ نہ دو صاحبان کے فتاویٰ بھی شامل ہیں، بعض فتوے ایسے ہیں جن کی مولانا نے صرف تفسیر فرمائی ہے تاہم چند فتوے ایسے بھی ہیں جو ان مجموعوں میں موجود نہیں، اس لئے اس نسخہ کی ایک جزوی اہمیت ہے، اگرچہ اس پر کاتب کا نام اور نہ کتابت کی صراحت نہیں، ایک جگہ لکھا ہے

"مکتوبہ مولانا حضرت قاضی محمد رفیع الرحمن صاحب" (ص: ۱۶)

جو اس کی شہادت ہے کہ یہ حضرت مولانا کی وفات کے بعد جمع و نقل کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ فقہانیہ رام پور یونیورسٹی کے خیمہ میں موجود ہے، اس خیمہ کے فہرست نگار کی اطلاع ہے کہ یہ انور حضرت خان فتویٰ کے ایک بہت ممتاز شاگرد مولانا محمد حسن امرتسری کے قلم سے ہے (۱۰) یہ اطلاع صحیح ہے تو بارشہ اس مجموعہ کا حضرت انور حسن کے معتقد ترین فتاویٰ میں شمار کیا جائے گا، مگر اس نسخہ کے فوائد اہمیت پر ایسی کوئی علامت نہ ملتی ہے، جو اس اطلاع کی تصدیق مرقی ہو۔

۱۱۔ ایک بار جامعہ مولویوں کے مجموعہ کے سرورق پر لکھا ہے کہ اس مجموعہ کی تصدیق مولانا کے شاگردوں نے کی ہے، اس پر

۶۔ **نور حسن پور:** ایسا اور مختلف مجموعہ قوامی، جس کا تعلق کانام اور اس کے تحت و غیرہ چھوٹی چھوٹی کتب خانوں کا ہے۔ یہ نور حسن پور، لاہور کے خلیفہ، مولانا نعیمی کے خلیفہ، مولانا احمد شام صاحب حسن پور، ان کے بیٹے طبع مولانا نور محمدی کے خلیفہ مولانا باقیات میں سے ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس مجموعہ میں ایک بھی کتب خانہ کی اطلاع نہیں ہے۔ اس میں جس کتب خانہ کے نام پر چاندی کوئی نہیں ہے۔ جو ان میں سے نور حسن پور کا معروف ایک علمی کتب خانہ ہے۔ اور اس کتب خانہ کا نام ہے۔ نور حسن پور کا ہے۔

۷۔ اوراق کراچی: حضرت مولانا انصاریؒ کے افادات اور فتاویٰ کا ایک مجموعہ جس کی ترقی میں حاجی بیگم کراچی نے بھی حصہ لیا ہے جس کا نمبر ست خطوط اردو، قومی عجائب گھر میں ان افادات میں تفویف کرائی گیا ہے

تخلیج ۲۴۸ × ۱۵۳ اس سہ ماہی اوراق سے بطور ۱۴۰۰ تقریباً شتعلیق معمولی و ستر کتابت اوراق میں عربی صدی عیسوی، قیاساً کا تب نام معلوم۔ (۱)

اس مجموعہ کے بیشتر صفحات، حضرت مولانا کے مولانا غلیل احمد انیسویں کے حالات کے جوہات ہیں، یہاں  
مولانا انیسویں کے نام سے جو بات نقل ہیں، لیکن آخری تین صفحات میں ایسے قلمی بھی ہیں جو کسی اور مجموعہ میں نہیں مل سکتے مولانا  
غلیل احمد صاحب مدنی کے مراسلات اور ان کے شہادت نے جو بات کا ایک حصہ ہے، جو غلیل جیل شائع ہو چکا ہے، تاہم اس مجموعہ  
کی سیاق و سباق میں اس اختلاف کو نہیں دیکھ سکتے، ان کے نام سے اس مجموعہ میں شامل کئی بات، اوراق راہی سے نہیں مل سکتے۔  
ان صفحات کا صاحب راہی کی مناسبت سے مولانا کے لئے تیار کرنے کے متعلق ہیں، حوالہ اللہ علیہ

[illegible]

لاہور میں شاہنشین مسکینی صاحب کے اہلی و عیال میں بھی لحاظ سے مولا ہاتھ دو تین خود کاشت قیامی تھے۔ شاہ صاحب نے رقم کو ان کا طے قنایت لیا۔ ایک وقت سے لحاظ سے فرزند مولا علی محمد مسعود احمد کو بھی کھانے پر ۱۲ روپیہ معین کر دی۔

صاحب لاہور، پاکستان کے گھر میں رہ رہتے تھے، جو انہوں نے شائع کردہ ہے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد قیامی ملک

۱- این کتاب در مورد بی‌گانه‌ها و کسانی که با ما متفاوت هستند، نوشته شده است.





تصدیق میں شائع کئے گئے۔ اس وقت اس طرح کی تالیفات اور رسائل کی ایک تحریر و اشاعت کا عام ذوق تھا، جس میں حضرت مولانا اور سلسلہ ولی الہی کے متوسلین پیش پیش رہتے تھے، اور ان پر حضرت کی تصدیق یا فتوے کی شمولیت، یقیناً اس کتاب کے علمی وزن میں اضافہ کا اور قبول عام کا ذریعہ بنتی تھی، بہر حال حضرت مولانا کے یہ فتاویٰ، ان کتابوں کے اوراق میں پوشیدہ اور کھمرے ہوئے ہیں، میرا خیال ہے کہ ان کی تعداد سینکڑوں میں ہوگی، مجھے محدود مطالعہ اور محدود ترین وسائل کے باوجود ایسے کچھیں سے زیادہ فتاویٰ ملے، جو اس مجموعہ میں حسب موقع شامل ہیں، ان کا تعارف بھی ساتھ ہی درج ہے، کوئی اللہ کا بند و تلاش کرے تو حضرت مولانا گنگوہی کے اور پچاسوں فتوے ملیں گے۔

حضرت مولانا گنگوہی صرف مسائل کے جاننے بتانے کی حد تک مفتی اور فقیہ نہیں تھے، بلکہ حضرت مولانا کی وضاحت پر، شائع کئے ہوئے اشتہارات

مسلمانوں میں عقیدہ کا جو بگاڑ، رسوم و بدعات کے اہتمام کی وجہ سے جو خرابیاں اور معاملات کے شرعی احکام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جو غلط طریقے رواج پا رہے تھے، حضرت مولانا، ان پر بہت دور تک، بڑی گہری اور مصرانہ نگاہ رکھتے تھے۔ جب پورے ملک میں عموماً اور کسی خاص خطہ میں خصوصاً عقیدہ کے کسی پہلو سے کمزوری سامنے آتی، کسی نئی بدعت اور طریقہ کار رواج ہوجاتا، یا عام مسلمانوں میں کسی بھی، فقہی شرعی پہلو کی جانب سے بے خبری یا بے توجہی کا مشاہدہ اور ظلم ہوتا اور اس سلسلہ میں کثرت سے سوالات اور استفتاء آتے، تو ان سوالات کے مجموعی مندرجات سے ایک سوال مرتب کر کے، یا کسی جامع ترین سوال کو سامنے رکھ کر، اس کا مفصل جامع جواب تحریر فرماتے اور اس جواب کو، اپنے دستخط اور مہر سے مزین فرما کر، اشتہار کی صورت میں شائع کرا دیتے تھے اور پھر وہ اشتہار سفر کرتا، ہوا، بنگال سے افغانستان و ترکستان تک پھیل جاتا تھا اور بفضلہ تعالیٰ اس کی یہ رہنمائی اور اطلاع، نہایت مفید و کارآمد ثابت ہوتی تھی اور جو کام علاقہ میں موجود، بڑے واعظین اور اہل دین کے لئے مسئلہ بننا ہوا، ہوتا تھا، وہ اس کی وجہ سے حل ہو جاتا اور اکثر لوگ حضرت کے فتاویٰ کو بالکل کف مانتے، قبول کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

اس مبارک سلسلہ کا حضرت نے کتب، جس موقع سے آغاز فرمایا تھا، مجھے اس کا سراغ نہیں ملا، لیکن ۱۳۰۰ھ یا ۱۸۸۲-۸۳ء کا مطبوعہ اشتہار (فتویٰ) معلوم ہے، اور اس وقت سے حضرت کے وفات کے قریب تک، اس طرح کے اشتہارات مختلف موضوعات و مباحث کی مناسبت سے متواتر چھپتے رہے، ایسے کل کس قدر فتاویٰ یا اشتہارات، حضرت کی جانب سے یا حضرت کے نام سے چھپے، اس کی تحقیق بھی آسان نہیں۔ تاہم حضرت مولانا کے اس قسم کے متعدد اشتہارات کا مختلف علمائے کرام نے اپنی تصنیفات و مؤلفات میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو:



(۱) "المہند علی المفند" میں حضرت مولانا غلیل الدین نے مہاجر مدنی نے مرزا قادیانی کے سلسلہ میں حضرت مولانا گنگوہی پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"وفتویٰ شیخنا و مولانا رشید احمد الگنگوہی رحمہ اللہ فی کفر القادیانی .

قد طبعت و شاعت ، یوجد کثیر منها فی ابدی الناس" (۱)

اور ہمارے شیخ اور رہنما، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ قادیانی کے کافر ہونے کے متعلق شائع ہو کر عام ہو چکا ہے، اس کے نسخے کثرت سے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں

اس میں جس فتویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ فتویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ اشتہار کی صورت میں چھپ کر تقسیم ہوا تھا، اس کی تصدیق خود مرزا قادیانی کی تحریروں سے بھی ہو رہی ہے۔ مرزا قادیانی نے انوار اسلام میں لکھا ہے:

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ، میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی، ایمان داری پر کھنے کے لئے، جنہوں نے اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے، کہ یہ شخص کافر اور دجال اور شیطان ہے، اور اس پر لعنت اور سب و شتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے، اور اس اشتہار کے دو سب مکلف مخاطب ہیں، جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے (۲)

دوسری جگہ کہتا ہے:

اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی اشخاص اور ایک اشتہار میرے مقابل پر نکالا اور جھوٹے پر لعنت کی اور تھوڑے دنوں کے بعد اندھا ہو گیا، دیکھو اور عبرت پکڑو (۳)

(۲) زمیندارہ ختم ہونے سے پہلے، کاشکاروں کے لئے، حق موروثیت کا ایک سرکاری ضابطہ تھا، جو خلاف شریعت تھا اس سلسلہ میں حضرت مولانا کا ایک فتویٰ، اشتہار کی صورت میں چھپ کر عام ہوا تھا، یہ فتویٰ مولانا محمد خطیب دیوبندی ان ظلم

جمیعہ اسلام دیوبند کے پاس موجود تھا۔ مولانا نے اپنی تالیف رسالہ زمینداروں میں، حضرت مولانا گنگوہی کا یہ مفصل فتویٰ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

(۱) المہند علی المفند ص: ۸۲۔ [مکتبہ خدیجہ جامع مسجد گندوالی جہلم]

(۲) انوار ص: ۲۶۱۔ طبع اول۔ نیز روحانی خزائن: مجموعہ تالیفات مرزا قادیانی ص: ۳۴ جلد نمبر ۹

(۳) نزول المسیح ص: ۳۲۔ طبع اول اگست ۱۹۰۹ء نیز روحانی خزائن: مجموعہ تالیفات مرزا ص: ۹۰ جلد ۱۸۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں حضرت مولانا کا کوئی قصہ آراء نہیں ہے۔ سب عبارتیں اور ذوالہ راقم کی نظر میں ہیں مگر یہاں ان کی ضرورت نہیں، تاہم ان سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی، حضرت مولانا کا اور بہت سے علماء کی طرح اپنا سخت ترین مخالف، بدترین دشمن اور تہمت آور سمجھتا تھا۔



”چوں کہ فیصلہ یافتہ مسئلہ سے انکاروں و شبہ و گمان ہے اس کے متعلق رسالہ الفت میں مذکور فتویٰ میں طبع ہوا ہے، (۱) اور حضرت حاجی صاحب سلمہ کی طرف سے منسوب ہے اور اس میں اہل بدعت کی تائید اور اہل حق علماء دین، محققین کی مخالفت کی گئی ہے، آیا اس کا حضرت حاجی صاحب مدظلہ بھری جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہیں احلا و اس کے اس پر عمل کرنا اور ترغیب دینا درست ہے یا نہیں؟“

حضرت مولانا نے اس کا مفصل جواب دیا ہے، جس میں بتایا ہے کہ حضرت حاجی صاحب اور سوا اہل زمانہ کی جو نہیں کہ وہ ان زمانہ چیزوں اور بے اصل باتوں کو کس قدر ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن آخر میں یہ صراحت بھی ہے کہ: ”حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں، کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے“ اس اشتہار پر ناشر طبعی یا ناشر طبعی کا اندران نہیں ہر طرف آخر میں حضرت مولانا کے دستخط اور مہر ہے۔ اسی پر یہ اشتہار یافتہ فتنہ ہو گیا ہے۔

**دوا اشتہار اور:** حضرت مولانا کے فتاویٰ پر مشتمل ایسے دوا اشتہار جو اور مضامین و عنوانات پر مشتمل تھے، ایک جگہ سرسری نظر سے دیکھنے کا موقع ملا تھا، خیال تھا کہ بعد میں ان کا فوٹو مل جائے گا مگر وہ صاحب جن کے پاس یہ فتوے تھے، اچانک وفات پا گئے، بعد میں ان اشتہارات سے استفادہ ممکن نہ ہوا۔

**ایسے اشتہارات و فتاویٰ کا ایک بڑا ذخیرہ:** یہاں دلی افسوس کے ساتھ یہ بھی لکھ رہا ہوں، کہ میں نے ایک کتاب خاندانی یا علمی ذخیرہ میں، ایسے اشتہارات کا ایک خاصا بڑا مجموعہ یا بنڈل دیکھا تھا، جس میں حضرت مولانا کا سٹوپی کے شائع کئے ہوئے اور حضرت کے فتاویٰ کی اشتہار نما اشاعتیں برسہا برس کی طویل محنت و تلاش کے بعد جمع کی گئی تھیں۔ یہ اشتہار اندازاً ستر پچتر تو قیقیناً تھے، ممکن ہے اور زیادہ ہوں، مگر میں اس نہایت بیش قیمت، نادر اور جو ذخیرہ کا ٹکس لینے سے قاصر رہا اور اب تلاش کیا تو یہ گراںمایہ سرمایہ، جو ہمارے فقہی سلسلہ کا ایک خزانہ و رشہ تھا، ہاتھ نہیں آیا، اللہ جانے محفوظ بھی ہے یا نہیں۔ ڈر ہے کہ اس ان مول بیش بہا یادگار کو، فضول و ناکارہ کاغذات سمجھ کر، ضائع نہ کر دیا ہو۔

**حضرت کے فتاویٰ کے وہ مرتب مجموعے یا متفرق سرمایہ، جو مفقود و نا معلوم ہے**

اوپر حضرت کے فتاویٰ کے، جن مجموعوں یا متفرق فتاویٰ کا تذکرہ ہوا ہے اور آئندہ مطبوعہ فتاویٰ کا جو ذکر آئے گا وہ حضرت کے کل فتاویٰ نہیں ہو سکتے۔ یقیناً حضرت مولانا کے فتاویٰ کا ایک بڑا شاید بہت بڑا ذخیرہ تھا، جو ہماری متواتر ہے کسی

(۱) اصل فتاویٰ صاحب سے منسوب رسالہ فیصلہ یافتہ مسئلہ، کئی مرتبہ طبع ہوئی تھی تاہم اس سے پہلے تو اس عبارت کا ذکر ہمارے ذمہ نہیں موجود ہے۔

اور مسلسل بات چیت کی نذر ہو گیا۔ مجھے ایسے چند تجربوں اور کثیر فتویٰ کا پتہ ہے، جو اب دستیاب و دریافت نہیں رہا، ہم یہاں ان کا اس لئے تذکرہ کیا جا رہا ہے، کہ اول تو اس سے حضرت کے فطرتی فتویٰ کی وسعت کا علم ہوتا ہے، دوسرے ممکن ہے ان اشارات کی مدد سے انہی اور کو آئندہ کسی وقت ان کی دریافت و تجویز کامیابی ہو جائے۔

(۱) مجموعہ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کا جمع اور مرتب کیا ہوا تھا: مفتوحہ دجوتوں میں غالباً سب سے زیادہ اور جامع ترین مجموعہ قادیانہ، جس کی اشاعت کا مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے اعلان کیا تھا، اسکا اشتہار بھی دیدیا تھا، مگر وہ مجموعہ چھپی نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ اس کا مزید پتہ نہ دے کر آئندہ طور میں آ رہا ہے۔

(۲) فخر المآثر خیرین، حضرت مولانا عبدالجبار فرنگی بکلیؒ کے حل مطالب

حدیث کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی سے سوالات اور ان کے جوابات بھی بڑھ کر رہی ہوگا۔ یہ فہم حدیث کا ہے بہا  
ارشاد اقدس میں قدر فرماتے تھے، جس کے برصغیر ہند کی علمی تہذیب میں، بہت کم نمونے موجود ہوں گے۔ یہ وہ مراسلت اور علمی  
استفسارات تھے، جو علامہ رحمت فراموش خرمین، حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے، بعض احادیث کے مطالب کی، وضاحت  
و تفہیم کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی سے کئے تھے اور حضرت مولانا نے ان کے جوابات تحریر فرمائے تھے۔ ذرا غور تو فرمائیے،  
و سوالات کیسے اشغال اور دقیق ہوں گے، جو ایسے محقق امام نے دریافت کئے ہوں گے اور کیا یہی وہ عمل مطالب اور جوابات  
ہوں گے، جو حضرت مولانا گنگوہی نے ان کی تحقیق و وضاحت میں رقم فرمائے ہوں گے۔ اس مراسلت و مکاتبات کا، حضرت  
مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا فرنگی محلی کے ایک مشترک شاگرد، مولانا غلامی نے نہایت خوبصورت و دلکش ہے کہ:  
”مولانا عبدالحی صاحب معنوی نے، حضرت مولانا گنگوہی سے محض مطالب حدیث کے متعلق  
و استفسار فرمائے تھے، یہ غلط فہمی وقت محفوظ تھے، القاب میں بزرگانہ الفاظ تھے“ (۱)

(۳) حکیم الامت تھانوی کے حضرت مولانا سے سوالات و جوابات اور تیسرا اہم ذخیرہ، وہ علمی تحریروں اور فتاویٰ

مرتبہ داران انکسور میں سکونت میں ۳۳۸۱ افراد سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ انکسور میں سکونت پذیر ہونے والے افراد کی تفصیل درج ذیل ہے:

”حضرت قدس سرہ کی بعض تحریر عام اور خاص مضامین کی بھی، میرے پاس تھیں، جو میں نے مرنے سے پہلے مولانا محمد یحییٰ صاحب کو دیدی تھیں۔ جن میں بعض خاص دست مبارک کی کاپی بھی ہوئی ہیں اور بعض، بعد معذوری بصر کے دیگر خواص مہتممین سے کھوئی ہوئی ہیں۔ (۱)

(۴) حضرت مولانا کے گھر پر موجود تحریرات و مکتوبات وغیرہ، حضرت کے صاحبزادے مولانا حکیم مسعود احمد اور ان کے فرزند مولانا حکیم عبدالرشید محمود، انھوں نے ان کو مولانا صاحب کو دیدی تھیں۔ حضرت مولانا گنگوہی کی متعدد اہم علمی باقیات،

گنگوہی نے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو دیدیے تھے۔ یادداشتیں تحریریں وغیرہ، وقتاً فوقتاً مولانا محمد یحییٰ

صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کا مدحی و عنایت فرماتے رہے، اس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، یہاں تک کہ وہ سند اجازت حدیث ابھی، جو حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے، حضرت مولانا گنگوہی کو مرحمت فرمائی تھی، مولانا حکیم انھوں نے، حضرت شاہ کو دیدی تھی۔ جب ایک مرتبہ راقم نے حضرت شیخ کی ہدایت پر، حضرت کے کتب خانہ کو صاف اور مرتب کیا تھا، اس وقت وہ سند سامنے آئی تھی، ایک آسانی رنگ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک الفافہ میں رکھی تھی، اس کے ساتھ ہی شیخ کی یادداشت بھی رکھی ہوئی تھی، کہ یہ سند حکیم انھوں نے صاحب نے دی ہے۔

مگر نہایت حیرت ہے کہ اس وقت حضرت شیخ کے ذخیرہ میں، ان میں سے کوئی بھی تحریر مکتوبات یا فتوے موجود نہیں، یہاں تک کہ حضرت شاہ عبدالغنی کی وہ سند بھی نہیں ملی۔ راقم نے براہِ مہم مولانا محمد شاہ صاحب سہارنپوری سے جو حضرت شیخ کے کتب خانہ کے نگراں ہیں، مکرر دریافت کیا، انہوں نے اس سے اصرار کا اظہار کیا اور فرسوس کے ساتھ اطلاع دی، کہ اس وقت حضرت مولانا گنگوہی کی کوئی تحریر یا یادداشت فتویٰ یا وہ سند اس ذخیرہ میں موجود نہیں ہے، انا واللہ والہ ابہ واجعون۔

زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

مجھ میں نہیں آتا کہ یہ سرمایہ کیا، وہاں کیا، یہ تو خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ یا حضرت شیخ الحدیث نے ایسے گرامر یا افادات و فتویٰ جن کی کوئی اور نقل موجود نہیں، ان کی طرف سے بے توجہی برقی ہو اور یونہی کسی کو دیدیے ہوں، یہ بھی ممکن نہیں کہ حضرت شیخ کے کتب خانہ سے یہ سب چیزیں کسی نے اڑائی ہوں، صاف سرزد ہوں، پھر کیا ہو! اللہ ہی جانے؟؟؟

جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے اپنی آپ جی تحریر فرمائی تھی، اس وقت اس میں درج بعض اطلاعات و معلومات کی تکمیل کے لئے، حضرت کے مسودات اور نادر کاغذات کی الماری کا، حضرت الامام زاد، حضرت مولانا

(۱) یادداشتیں اور دستخطات مولانا گنگوہی، تالیف حضرت مولانا محمد زکریا، ص ۳۰، کتب خانہ مولانا محمد زکریا، پورہ، ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۵ء، ص ۱۸، ملاحظہ فرمائیے۔  
اشرفیہ، تھانہ بھون، ج ۱

محمدی اس جو بیرونی اور استغنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ نے تفصیل سے جائزہ لیا تھا، اُمراس میں حضرت مولانا شمس الدین کی کچھ تحریریں یہ خدات ہوتے تو اس وقت سامنے آجاتے مگر اس وقت بھی اس کا کچھ تذکرہ نہیں آیا، اور یہ حضرات مخدومین بھی اس ذخیرہ سے ناآشنا رہے۔

حضرت مولانا انگلوئی کے فتاویٰ کے سب سے مرتب

(۵) حضرت کے بقلم خود نوشتہ فتاویٰ کا ایک بہت بڑا مجموعہ میں سے اہم ترین مجموعہ تو غالباً وہی ہوگا، جو

ذخیرہ، بجواب سوالات مولوی نظیر حسین، آکھوی: مولانا محمد یحییٰ صاحب نے مرتب کیا تھا، لیکن حضرت کے معصوم فتاویٰ کے جو بات یا ذخیرہ میں سب سے بڑا اور کثیف فتاویٰ پر مشتمل و خزانہ تھا، جو تمام تر خود حضرت مولانا کے قلم سے یعنی خود نوشتہ تھا۔ یہ خزانہ سب سے بڑا اور تقریباً تین سو سے زائد کا بیوں یا مفصل اجزاء پر مشتمل تھا، جو ہماری اپنی غفلت اور بے اعتنائی سے ضائع ہو چکا ہے۔ تاہم یہاں اس کے پس منظر اور سبب تحریر کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کے متوفیین میں شمس الدین قریبی بستی آکھ (ضلع سہارنپور) کے ایک شخص مولوی نظیر حسین صاحب تھے، وقت سہ ماہی ۱۳۳۵ھ ستمبر ۱۳۳۵ھ میں حضرت حاجی امداد اللہ قاضی مہاجر قریبی کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم خان قاضی سے بھی نہایت مہر و محنت رکھتے تھے اور حضرت شمس الدین سے تو یہ رابطہ ایسے مراسم اور قربت تھی کہ بید و شاہد! حضرت مولانا کو بھی ان سے فیہ معمولی نسبت تھی مگر یہاں وہ فوت ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا کثرت سے ان کے یہاں آتے جاتے تھے، شدت تعلق اور ہمدردی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ حضرت مولانا حمید کے دن بطور خاص غم کر کے ان کے گھر جایا کرتے تھے اور ان کو اپنے خاص عزیزوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھتے تھے۔ اور خود ان کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اپنی زمینداری اور ہر طرح کی پیداوار اور سامان میں حضرت مولانا کی ہمدردی اور حضرت کے سب سے بڑے کامیاب طریق، چرچا اور احسان لگاتے تھے، جس طرح اپنی

مولوی نظیر حسین حضرت سے نہایت سبب مختلف تھے اور حضرت سے کثرت سے فقہی سوالات کیا کرتے تھے، بعض مقصود یہ، حضرت کی کسی مصروفیت کی وجہ سے ان کے مسائل کی بات نہ رہ جاتی اور جوابات نہ ملنے، تو ان کو شکایت ہوتی اور حضرت کو بھی خیال ہوتا تھا، اس لئے حضرت مولانا نے ان سے فرمایا تھا، میں اپنے تمام سوالات کا غلڈ پر یا ایک کاپی میں لکھ کر آؤں گا، میں اس پر ان کے جوابات لکھو یا کروں گا۔

حضرت نظیر حسین صاحب نے فرمایا، میں اس پر غصہ نہ کروں گا، ان کا ہفت میں ایک مرتبہ، جو عمرات پنجشنبہ اور شنبہ آنے

میں فی مہینہ صاحب کے حضرت مولانا شمس الدین سے ملنے کے وقت کا تذکرہ فرمایا تھا، حضرت مولانا نے ان کے جوابات میں لکھا کہ وہ ہے۔

اور جمعہ یا شنبہ کو واپس جانے کا معمول تھا، جب جمعرات کو آتے تو ایک کاپی ساتھ لاتے، جس میں ان کے سوالات و درج ہوتے تھے، یہ سوال کبھی بھی سو سے کم نہیں ہوتے تھے، زائد کی کوئی حد اور پابندی نہیں تھی، کبھی کبھی دھانی سو سے ساڑھے تین سو تک بھی ہو جاتے تھے مگر حضرت نہایت خوش دلی اور بشارت قلب سے اس کاپی کو وصول کرتے، اور اسی انشراح اور پابندی وقت کے ساتھ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ حضرت مولاناؒ نے یہ معمول بنایا تھا کہ جب خان صاحب آتے، ان سے سوالات کی کئی کاپی وصول فرمائیے اور گذشتہ کاپی، جس پر مکمل جوابات لکھے ہوئے ہوتے تھے، ان کو دیدیا کرتے تھے، برہادرز یک یہ معمول رہا۔ نظیر حسین صاحب کے پوتے لائق محمد خان صاحب نے راقم کو بتایا، مگر ان کا بیوں کا ایک بڑا حصہ تو چوری کے ایک حادثہ میں، گھر سے غائب اور ضائع ہو گیا تھا، نگزی کا وہ صندوق جس میں حضرت کے جوابات اور تحریرات کا بڑا حصہ رکھا ہوا تھا، چوری میں چلا گیا تھا، پھر اس کا پتہ نہیں ملا، لیکن تقریباً سو سو کا پیوں، جو تمام حضرت کے قلم سے لکھی ہوئی تھیں، اس صندوق کے علاوہ ہمارے یہاں موجود تھیں، ان تقریباً سو سو کا پیوں یا اس سے بچ کر انما پر جس کی اب کسی طرح بھی تلافی اور اس کا مثل ممکن نہیں آیا، مرنری، اس کی روداد تقریباً ان ہی صاحب کے الفاظ میں نقل کر رہا ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لائق محمد خان صاحب کہتے تھے کہ مجھے یہ خیال آیا کہ یہ کاپیاں حضرت کے مبارک قلم کی لکھی ہوئی ہیں، بہت بڑی یادگار و تبرک ہیں اور میری ایسی لیاقت و صلاحیت نہیں کہ میں ان کو پڑھ کر ان سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر سکوں، اس لئے میں نے یہ سوچ کر کہ ان سے بہت زیادہ دینی فائدہ و نفع اور بہت دنوں تک حفاظت سے رکھی رہیں گی، ان کو ایک بڑے دینی ادارہ میں دیدینے، جمع کرانے کا فیصلہ کر لیا اور ان تمام تقریباً سو سو کا پیوں کو جس میں سے ہر ایک میں ایک سو سے تقریباً ساڑھے تین سو تک سوالات کے جوابات، حضرت کے قلم سے لکھے ہوئے تھے، ایک پڑے میں ٹھہری سی باندھ کر، فلاں اور (۱) میں خود لے کر گیا، فلاں صاحب کی خدمت میں پہنچا، تمام بات عرض کی اور کہا کہ اس ٹھہری میں، حضرت مولانا شمس الدین عظیمی کے خودنوشت فتاویٰ اور تحریریں ہیں، آپ ان کو یہاں محفوظ کر لیجئے، انہوں نے اس سرمایہ کو ایک نظر دیکھا اور فرمایا کہ بھائی! ان پتھ پرانے اوراق کی، یہاں کون حفاظت کرے گا، کون ان کو پڑھے گا، یہ ہمارے کام کے نہیں ہیں، قرآن کو لے جاؤ۔

خان صاحب اس بات سے نہایت مایوس اور آزرده ہوئے اور یہ سوچ کر کہ فلاں صاحب کے پاس چلوں، وہ کچھ کوشش کر دیں گے اور ذمہ داروں کو قہر دلاؤں گے، تو یہ ذخیرہ یہاں جمع کر لیا جائے گا، محفوظ ہو جائے گا مگر وہاں پہنچے تو بات (۱) انہوں نے سمجھ کر اور صاحب کے، صاف صاف بتائے تھے، مگر سمجھو دینے تھے مگر اس سے محض صاحب محض پچھنے کی نیت ہوئی، اور وہ اس کو شہید و قاتل قرار دیا، انہوں نے اس لئے حلقہ حضرت کے، نہیں کیے گئے۔



فاس سے سب اس بات سے اپنے شہر میں داخل ہوئے۔ ان کو اس قدر رنج ہوا کہ آٹھوں کے سامنے اندراج کیا گیا، مگر ذمہ دار کو یہ بھی اطلاع اور نصرت کی رہی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہ تو کچھ بھی نہیں بچا، اس کی قوی حیثیت ہی نہیں، کوئی بھی اس کا قہر لینے کے لئے چاہے۔ ان کو اور خسرین کی کیفیت میں اپنے گاؤں پہنچے اور اس پوچھی جو جو علم کا خزانہ اور فقیرانہ کامیابیوں کا مجموعہ ان کے پاس تھا، اس کے ایک کونے میں باندھ دیا۔

[illegible]

یہ سب کچھ سن کر خلیفہ نے کہا کہ اب سے ان قبیلوں کے متعلق دریافت کیا اور ان کو باقی ماندہ وہ جو وجودِ حجاز میں  
ماننے کی ضرورت نہ تھی ان کو بھی کہہ دیا کہ اب سے وہ یہاں کہتے تھے کہ اگر تمہارے بیرونیوں آدمی اس وقت مل جاتا تو  
اسے بھی ان کی حالت پر غصہ نہ کیا ہوتا۔ یہ سب کچھ سن کر خلیفہ نے کہا کہ اب سے ان قبیلوں کے متعلق

(۶) کاغذ محل اور فوار میں چند قوتوں کی طرف سے دھکے دیئے گئے اور ان میں سے ایک کو ان کے اصل مقام پر لایا گیا۔

[illegible]



جن اقوال مؤتبہ (گذاشتہ) کے پاس کچھ مسائل موجود ہوں، وہ ضرور ارسال فرمائیں اور یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد تیار ہونے والا ہے۔

مگر انہوں نے کہ ہر ایک مسئلہ کی اس طباعت پر مسد طبعیت وغیرہ موجود نہیں، اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ مجموعہ کس سن میں چھپا تھا، تاہم یہ طے ہے کہ اس کی طباعت، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں (وفات: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) ہوئی تھی۔ سرورق کے الفاظ ملاحظہ ہوں

”مقبول بارگاہی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ العالی۔ حسب استدعا سے بندہ مخیف محمد یحییٰ کاندھلوی مولانا گنگوہی اقدس مدظلہ العالی سے حضور و باہتمام منشی محمد یحییٰ کاندھلوی بطبع مرید“

مگر اس اشتہار و اعلان کے باوجود اس کی طباعت کا موقع نہیں آیا اور وہ نسخہ بھی مفقود اور بے نام و نشان ہے۔

(ب) فتاویٰ رشیدیہ مرتبہ مولانا عزیز الدین مراد آبادی: مولانا محمد یحییٰ صاحب کے مرتبہ نسخہ کے بعد، جو نسخہ سب سے پہلے شائع ہوا، وہ مولوی عزیز الدین صاحب مراد آبادی کا مرتبہ نسخہ ہے، جس کی ترتیب و طباعت کا مکمل حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں (وفات: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) میں شروع ہو گیا تھا، اس نسخہ کا پہلا حصہ حضرت مولانا کی حیات میں اشاعت کے لئے تیار ہو گیا تھا، بعد میں مختلف وقتوں سے دو اور حصوں کی اشاعت ہوئی۔

فتاویٰ رشیدیہ کا یہ ۱۰۰ واحد نسخہ ہے، جو حضرت مولانا کے فتاویٰ کے حوالہ سے معروف ہے، مگر اس نسخہ کی تاریخ ترتیب و تاریخ اشاعت، نیز مصنف کی شائع کی ہوئی، دوسری تیسری طباعت ان کے علاوہ ممتاز علماء کی عمرانی میں چھپے ہوئے، قابل قدر نسخوں کا تعارف اور نسخہ مرتبہ مولانا عزیز الدین کی نسبت، بعض شبہات کا جائزہ اور متعلقہ چیزوں پر نظر و مباحثہ و تفصیل کی طالب ہے، لیکن اس تعارف و تذکرہ سے پہلے، اس مجموعہ فتاویٰ کے جامع مرتبہ اور پہلے ناشر مولانا عزیز الدین صاحب مراد آبادی کے، پچھلے احوال ان کے حضرت مولانا گنگوہی سے، روابط و ارادت کی کچھ تفصیل اور عزیز الدین صاحب کے، علمی، تصنیفی آثار اور دینی خدمات کا کسی قدر تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے۔

## احوال مولانا عزیز الدین مراد آبادی، جامع و مؤلف فتاویٰ رشیدیہ

مولانا خانقاہ عزیز الدین صاحب مراد آبادی کا صحیح تذکرہ و احوال معلوم نہیں۔ اکمل البدیان کی تمہید میں، مولانا محمد اسماعیل گوہر دہلوی اور مولانا عبد الغفار صاحب ستونی نے، مولانا عزیز الدین کا سن پیدائش ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء لکھا ہے، (۱) جو

(۱) ان دونوں میں اختلاف ہے، تاہم یہ بات اس قدر اہم نہیں ہے، کہ اس سے متاثر ہو کر تاریخ مولانا کی پیدائش کو ۱۲۹۵ھ سے ۱۸۷۸ء تک تبدیل کر دیا جائے۔

درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ مولانا عزیز الدین صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی سے جو سوالات کئے اور حضرت نے ان کے جو جوابات عنایت فرمائے، وہ سب موقع بموقع فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہیں، ان میں سب سے پہلا سوال ۱۳۰۰ھ کے مرقومہ و مکتوبہ ہے، جو اہل البیان میں درج تاریخ و اوقات کے پیش نظر ممکن ہی نہیں۔ مولانا عزیز الدین نے بھی اپنے خود نوشت حالات میں اپنا سنہ و اوقات ذکر نہیں کیا، جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اہل البیان کی توجہ میں درج مذکورہ سنہ و اوقات قیاسی ہے، جو درست نہیں۔

**مدرسہ شامی اور مدرسہ امدادیہ میں حفظ قرآن اور تعلیم:** مولوی عزیز الدین صاحب کے اہل خاندان کا، چاندنی کے بڑوں کا کاروبار تھا، اس وجہ سے حافظ صاحب کا گھرانہ چاندنی، لاہور تھا۔ مولانا عزیز الدین نے مدرسہ شامی اور امدادیہ مراہد آباد میں قرآن مجید حفظ کیا، انہی مدارس میں عربی فارسی کی درسیات پڑھیں مگر کیا کتابیں کن استادوں سے پڑھیں اور کس سرمایہ تعلیم پر کیا تھا، معلوم نہیں۔ استادوں میں مولانا گل محمد خاں پشاور، مشہور عالم تھے۔

حضرت مولانا گنگوہی سے نہایت عقیدت و انسیت تھی، برسوں تک متواتر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت مولانا کے زمانہ وفات تک حضرت سے خط و کتابت اور دینی علمی فقہی استفادہ کا سلسلہ جاری تھا، اور بھی کئی بار سے رد وابط اور محبت و مودت کی نسبت تھی اور ان سے خط و کتابت بھی رہتی تھی۔

**علمی تصنیفی ذوق اور تصانیف و مولفات** مولوی عزیز الدین صاحب دینی خدمات میں مشغول رہتے تھے، تجزیہ و تالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے مختلف دینی فقہی موضوعات پر، مولانا عزیز الدین کے مرتبہ و مکتوبہ سے متہد کتابچے اور اشتہارات وغیرہ وقتاً فوقتاً چھپتے رہتے تھے۔ لیکن ان کا اصل کارنامہ و عمدہ علمی خدمات و تصانیف ہیں، جن کی وجہ سے ان کا نام زندہ ہے اور رہے گا۔ مولوی عزیز الدین صاحب کی تصانیف میں سے صرف تین کتابیں چھپی ہیں اور کتابوں کے چھپنے کا موقع نہیں آیا۔ مطلوبہ تصانیف یہ ہیں:

(۱) مطرق الحدید علی صاحب التحقیق المجدید

(۲) اہل البیان فی تائید تقویۃ الایمان بحکوب الطیب البیان

(۳) فتاویٰ رشیدیہ

**مطرق الحدید علی صاحب تصانیف الشہید:** مولانا حکیم عبدالشکور مرزا پوری نے، جو دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے مگر مختلف دینی علمی اختلافی مباحث میں حائے دیوبند سے مختلف رائے رکھتے تھے اور سب سے الگ خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ان کی تالیفات میں سے ایک کتاب "الحقیق الحدید علی تصانیف الشہید" بھی ہے، جو

جنوری ۱۹۳۲ء شعبان ۱۳۳۹ھ کی تالیف ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور سے چھپی تھی، اس نسخہ پر سہ مطبعات اربع نہیں مگر اندازہ یہ ہے کہ تصنیف کے بعد جلد ہی چھپ گئی تھی۔ اس کتاب میں مرزا پوری صاحب نے، حضرت شاہ محمد امیل شہیدؒ کی بعض تصانیف کے شاہ صاحب سے اقتساب پر شک ظاہر کیا تھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ خصوصاً فقہیۃ الایمان، ابصاح الحق الصریح فی احکام المیت و الصریح اور تنویر العین فی رفع الیدین شاہ صاحبؒ کی تحریر و تصنیف نہیں ہیں۔ اگر یہ شاہ صاحب کی ہیں، تو ان میں کثیر تحریفات و ترمیمات ہوئی ہیں۔ مگر یکدم مرزا پوریؒ کی یہ رائے بالکل غلط و مخالف تحقیق اور ناقابل قبول تھی، اس لئے مولوی عزیز الدین صاحب نے، اس کا جامع علمی جواب مطرفی الحدید علی صاحب التحقیق الحدید کے نام سے لکھا، جو ادارہ، اخبار محمدی دہلی کے زیر اہتمام، جمید برقی پریس دہلی سے، جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ | اکتوبر ۱۹۳۲ء میں چھپا تھا، یہ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اکمل البیان: حضرت شاہجہاد اسماعیل شہید کی مشہور زمانہ بابرکت تالیف تھوہ: الایمان، پر کئے گئے جملہ اعتراضات، فقہ، مابعدی، فہم الدین صاحب مراد آبادی کی کتاب، الطیب البیان کا مفصل علمی جائزہ اور حرجۃ قائد جواب ہے۔

مشہور عالمین نظر اور مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے، الہیب البیان کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تھا، مگر مولوی عزیز الدین صاحب کی خواہش پر یہ کام ان کے سپرد کیا اور اس کو اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں چھاپنے کی ذمہ داری لی۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے، جو اس موضوع سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور اس پر ان کا وسیع مطالعہ تھا، فوراً ہی لکھنا شروع کر دیا، جس قدر لکھا جاتا تھا، رفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں چھپنے کے لئے، مولانا ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ رفت روزہ اہل حدیث کی اشاعت مورخہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ - ۱۳۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء، جلد ۳۰، شمارہ ۲۴۱ سے مکمل البیان کی تہذیب و اشاعت شروع ہوئی اور اگرچہ جناب مصنف نے اپنی کتاب، ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ فروری، مارچ ۱۹۳۷ء میں مکمل کرنی تھی مگر اخبار اہل حدیث امرتسر میں اس کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی تھی، کہ ۱۹۳۷ء کے فوں چکاں آتش فشاں حوادث کشش آگے، جس میں مولانا ثناء اللہ صاحب کا ادارہ، کتب خانہ، پریس، مکان، دوکان، سب جلا کر خاک کر دئے گئے، مولانا کے لکھوتے صاحبزادے شہید ہو گئے تھے اور مولانا ثناء اللہ صاحب صرف بدن کے دو کپڑوں کے ساتھ، نہایت بے کسی کے عالم میں، امرتسر چھوڑنے پر مجبور ہوئے، اس لئے مکمل البیان کی طباعت بھی قلعہ پارینہ اور خواب و خیال ہو کر رہ گئی تھی، مگر پاکستان کے ممتاز اہل حدیث عالم مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب جو بیانی کو اس کتاب سے تعلق تھا، اور وہ اس کے مکمل نسخہ مسودہ و نصف اپنی تلاش میں نکلے، بالآخر بخاندہ یا اندم کے صدیق اس کا مکمل مسودہ، جو آٹھ سو بیس صفحات پر مشتمل تھا، برحق ہوا سے مولوی عزیز الدین صاحب کے، اتالی کتب خانہ سے، ان کے ورثاء کے ذریعہ مل گیا، جس پر مولانا حنیف









ملک بحر کے ممتاز اہل علم و کمال سے رابطہ اور خط و کتابت رہتی تھی۔ مولوی عزیز الدین صاحب کے نام مبارک اہل علم کے خطوط کا خاص ذخیرہ تھا، جو تقریباً ۱۵-۳۰ (۱۹۱۵-۲۱ء) تک محفوظ تھا۔ مولوی صاحب کے مدرسہ کے ایک استاذ و منتظم مولانا عبد الغفار صاحب بستوی نے مولوی عزیز الدین صاحب کی نسبت اپنی تحریر میں لکھا ہے:

”اہل علم سے مکاتبات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، چنانچہ ان کے نام لکھے ہوئے، اصحاب علم کے عربی و اردو مکتوبات کا خاص ذخیرہ وہ اب تک موجود ہے۔“

**مرتب فتاویٰ رشیدیہ کا فقہی مسلک** اگرچہ مرتب فتاویٰ رشیدیہ کو مولانا اہل حدیث اصحاب میں شمار کیا جاتا ہے، شاید اسی وجہ سے ہمارے علماء کی اس بڑی دینی علمی خدمت کا ترتیب فتاویٰ رشیدیہ اور اہل البیان وغیرہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، مولانا عزیز الدین حضرت مولانا گیسوئی کی حیات تک برہانہ عقیدہ میں تھے، اگرچہ مولانا میں تحقیق کا مزاج اور عمل و حدیث کا خاص ذوق تھا مگر ظاہر ہے یہ فکر و مزاج نہ عرب ہے، نہ تصدیق کے منافی۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے ایک مرتبہ خود حضرت مولانا گیسوئی کو اپنے فقہی مسلک اور نظریات کے متعلق صاف صاف لکھا تھا کہ:

”ہاں عقل و دماغ نے ہندو حضرت مولانا دہم شہ نامہ رشید احمد صاحب دہم شہ کو تسلیم کیا:

اسلام میں کہو کہ اللہ و رب کا یہ معروض خداوند آگاہ، حضور و ملائکہ نے ہندو حقیقہ کی نسبت بجا ناب عدم تقدیر تحریر فرمائی ہے، سو ہندو حقیقہ تمام علماء و مقلدائے دین کو پیشوائے امام جانتا ہے اور ان کے اتباع کو ذریعہ نجات و رستگاری آخرت تصور کرتا ہے۔ آمین! یہ صرف بعض لوگوں نے بچہ اس کے کہ خدا ان حضرت مولانا شہ و مولانا صاحب محدث دہلوی، شیخ مولانا شہید علیہ الرحمۃ وغیرہ کو ہندو مقلد و ہادی رفاق جانتا ہے اور محبت و درپہ قلب ان سے رکھتا ہے اور ان کے مسلک کو راجح جانتا ہے، غیر مقلد کہا ہو اور یہ سب کچھ حضرت سیدنا محمد علی کی تعظیم تصور کرتا ہے اور یہ اقلیت محبت اس خداوند سے حضرت علی کی محبت فراموش ہوئے، اگر اس کا نام غیر مقلدی ہے تو یہ شخص حضرت علی کے فیض اثر سے حاصل ہوئی ہے، حضور و معاف فرما کر، ہندو اکثر کو اظہار بخشش چاہئے، کہ کار ہندو شاہ حضرت ہوں۔ فقہ و اسلام۔ ہندو فقیر عزیز الدین عثمانی علیہ السلام۔ (۱)

اس کے جواب میں حضرت مولانا کا جو ترجمہ گرامر مبارک و اہل کو بھی پڑھا لیا جاتا ہے، جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے، کہ حضرت مولانا مولوی عزیز الدین صاحب وغیرہ مقلد نہیں سمجھتے تھے۔ گرامی نامہ و راجح ذیل ہے:

از ہندو رشید احمد گیسوئی علی بن ابیہد سلام مسنون آگاہ، میں نے تم کو یہ نہیں لکھا تھا کہ تم غیر مقلد ہو، اور نہ میں

(۱) فتاویٰ رشیدیہ، ص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷،

ہیں سمجھوں۔ بلکہ یہ تحریر یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگ ترقی بہت غیہ مقدم کی رکھتے ہیں۔ احوال نہ تو بین حاکمیت ہے۔ سب احباب کو سلام مسنون کہہ دینے والا سلام کہتے ہندو رشید احمد گنگوہی مفتی مدظلہ (۱) مذکورہ مکتوبات میں حضرت مولانا کے ایک اور خط کا بھی تذکرہ آیا ہے، یہاں اس کو درج کے بغیر، یہ مکتوبات نہیں ہو سکتی اس لئے وہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔

از ہندو رشید احمد مفتی مدظلہ گنگوہی بعد سلام مسنون مخاطب فرماید۔ ہندو مفتی نے آپ تمہارے واسطے دعا کی ہے کہ وہ جلد ہی حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ جو مکتوبات آپ کے آئے ہیں، بخاتمہ ان کا جواب نہ ہو سکے گا۔ یہ وہ میرے پاس ایسا لکھتے ہیں کہ کوئی نہیں ہے اور ان مکتوبات کے سبب ترقی بہت غیہ مقدم کی رکھی جاتی ہے۔  
فتنہ الاسلام۔ سب احباب کو سلام مسنون۔  
۱۵ رمضان ۱۲۸۵ھ بمطابق ۱۹۶۷ھ

**فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف و ترتیب** مولانا عزیز الدین کی حضرت مولانا گنگوہی سے، یہی نسبت اور عقیدت و محبت تھی، جس نے ان کو حضرت کے فتاویٰ محفوظ و مرتب کرنے پر آمادہ کیا مولانا نے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و تالیف کا اس وقت شروع کیا تھا اس کے لئے یہ کیا کوششیں کیں اور فراموشی فتاویٰ کے لئے خاصی جدوجہد و سعی کیا طریقہ کار اپنایا، انداز دیا ہے کہ مولوی صاحب نے، حضرت کی وفات سے کم سے کم دو تین سال قبل اس مجموعہ فتاویٰ کی تالیف و اشاعت کا شروع کیا ہوگا۔ اس کا قریب یہ ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب کے مرتب اس مجموعہ کے پہلے دنوں حصہ حضرت کی حیات میں مکمل ہو کر رہ چکا ہوگا، پھر بعد چھپنے کے لئے بھی چلا گیا تھا، دوسرا کتابت و فیض کے مرحلہ میں تھا۔

**فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب میں مؤلف کا طریقہ کار** مگر تعجب ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کی تدوین و ترتیب کے لئے علمی فنی اصول پیش نظر نہیں رکھے اور اس مجموعہ فتاویٰ کی تالیف میں کسی طرح کی ترتیب کا جتن نہیں کیا اس میں شامل مسائل اور فتاویٰ فقہی عنوانات و جواب کے تحت مرتب و تدوین نہیں کئے، جو فوائد درج ہیں، ان پر ضمنی عنوانات یا سرخیال بھی نہیں لگائی گئیں۔

اگرچہ اس میں علمی ترتیب و تدوین کے اس بڑے اور اہم اصول کو پوری طرح نظر انداز کیا گیا ہے مگر ایک کام یہ عمدہ اور مفید کیا ہے، جس کا اچھے تجربہ کار مفسرین بھی خیال نہیں فرماتے۔ یہ حضرت مولانا کے کئے ہوئے فتاویٰ کے سوال کرنے والوں کے نام اور مقام نیز سوال و جواب کے معلوم سنہ اور تاریخ کی عمدہ وضاحت ہے، جس سے ان مسائل کی بعض اندرونی

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں ۱۵۶۷ھ اول جمادی الاول ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۳۲۳ء

(۲) فتاویٰ رشیدیہ میں ۱۵۶۷ھ اول جمادی الاول ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۳۲۳ء

گرچہ کھتی ہیں، یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بات اور مسئلہ کہاں اور کیوں پیش آیا تھا، نیز یہ اہم نثری بھی مل جاتی ہے، کہ حضرت نے یہ مسئلہ کب لکھا تھا۔ فتوؤں کی نقول یا اصل فتاویٰ فراہم کرنے والے اصحاب کے ناموں اور مقامات کی صراحت ہے، مگر اس میں بھی کسی طرح کی ترتیب کا خیال نہیں کیا گیا، جو فتاویٰ جب دستیاب ہوا، بلا تاخیر اسی مقام پر شامل کر لیا گیا، خود مولانا عزیز الدین کے سوالات کے جواب میں صادر فتاویٰ کے اندراجات سے بھی، اسی بے رطلی یا بے ترتیبی کا مشاہدہ ہو رہا ہے، ابتدائی دور کے لکھے ہوئے سوالات و فتاویٰ بعد میں اور بعد کے لکھے ہوئے ابتداء میں آ گئے ہیں۔ ممکن ہے جناب مرتب یہ خیال فرماتے ہوں کہ:

دریں کتاب پریشاں نہ بینی از ترتیب

عجب مدار، کہ جو حال من پریشان است

**فتاویٰ کی تاریخ اور سنہ کتابت نقل کرنے کا اہتمام** حضرت مولانا مکتوبی کا، اپنے خطوط فتاویٰ

یا اور تحریرات پر سنہ تحریر و تالیف درج کرنے کا، بہت کم معمول تھا، صرف چند خطوط اور فتاویٰ پر سنہ تحریر ثبت ہے، کچھ اور خطوط یا فتوے وہ ہیں، کہ ان پر ہمیدہ رقم ہے مگر سنہ تحریر موجود نہیں، اس پہلو سے مولانا عزیز الدین کا یہ اہتمام قابل قدر ہے، کہ جو فتاویٰ کا سنہ تحریر سے مرقوم مزین تھے، جملہ تاریخات سنہ تحریر اور سنہ فتوے کے حاشیہ پر، مسائل کے نام کے ساتھ درج کر کے محفوظ کر دیا ہے، اس کی مدد سے فتاویٰ کے حوالہ سے کئی اور باتیں دریافت کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

**فتاویٰ رشیدیہ میں درج فتاویٰ کا زمانہ تحریر** اگرچہ جیسا کہ ذکر ہوا ان میں سے بہت کم فتوؤں پر سنہ تحریر درج ہے، لیکن جس قدر پر بھی اندراجات ہیں، ان میں سے وہ فتوے ایسے بھی ہیں جو ۱۳۲۲ھ کے لکھے ہوئے ہیں، جس میں ایک صفر ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ ممکن ہے یہی فتاویٰ رشیدیہ میں درج آخری فتویٰ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ میں موجود فتاویٰ میں پہلا فتویٰ مراد آباد کے معروف اہل حدیث عالم مولانا مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب کے سوال کے جواب میں ہے، (۱) دوسرا بھی مراد آباد سے ہی تعلق رکھتا ہے، یہ احمد سعید خاں صاحب مراد آبادی کے سوال کے جواب میں ہے، یہ فتویٰ ۱۳۱۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

**فتاویٰ کا بڑا حصہ اہل مراد آباد و بجنور کے نام فتوؤں کا ہے** مولانا عزیز الدین صاحب نے، ایک ایک فتوے کے مسائل کا نام اور وطن اور ممکنہ فتوے کا سنہ تحریر بھی فتوے کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔ ان صاحبان کے ناموں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ فتاویٰ رشیدیہ میں درج سوالات و فتاویٰ میں سے بڑا حصہ ان سوالات و فتاویٰ

(۱) مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب مراد آباد کے ممتاز اہل حدیث علماء میں سے تھے وہ مراد آبادی عزیز الدین صاحب نے اپنی فتوؤں میں تحریر میں مرزا صاحب کو:

”مولانا مرزا صاحب! مولانا عزیز الدین صاحب نے مراد آباد سے لکھا ہے۔ تراجم علماء کے مدبہ ہندس ۵۶۳ طبع اول دہلی ۱

کا ہے، جو اصحاب مراد آباد نے دریافت کئے تھے، اس لئے سب سے بڑی تعداد، اہل مراد آباد کے سوالات کے جواب میں ہے، یہ پورے مجموعہ کا ایک تہائی یا اس سے کچھ زائد حصہ ہے۔ اس کے بعد، ضلع بجنور اور اس کے قصبہات فتوح آباد کے سائین کے فتوے شمار کئے جاسکتے ہیں، ان دونوں مقامات سے دستیاب فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ کے آدھے سے زیادہ حصہ کا احاطہ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دسیوں مقامات سے، موصول فتاویٰ نے جگہ پائی ہے، خود مولانا عزیز الدین صاحب کے دریافت کئے ہوئے تقریباً ساٹھ سوالات اور ان کے جوابات، بلا ترتیب موقع بہ موقع درج ہیں۔

نہایت تعجب ہے کہ جہاں سے سب سے زیادہ فتوے ملنے چاہئیں تھے، مثلاً گنگوہ، سہارنپور، دیوبند، کاندھلہ، دہلی اور پنجاب کے مواقع و قصبہات وغیرہ، جہاں حضرت مولانا گنگوہی کے متوسلین کے پاس حضرت کے لکھے ہوئے فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجات سے سو گنا فتاوے موجود تھے، مگر وہاں سے کسی نے دست تعاون نہیں بڑھایا اور اس مجموعہ فتاویٰ میں شامل کرنے کے لئے، مولوی عزیز الدین صاحب کی مکرر گزارشات کے باوجود کوئی فتویٰ نہیں بھیجا۔

**ایک اور اہتمام** یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مؤلف فتاویٰ رشیدیہ نے، حضرت مولانا گنگوہی کے بدست خاص لکھے ہوئے فتاویٰ کو، اپنی کتاب میں اولیت دی ہے اور جو فتاویٰ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے قلم کے مکتوبہ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بلا تکلف، بقلم مولوی محمد یحییٰ کی صراحت کی ہے۔ اوپر آچکا ہے کہ اگر کوئی فتویٰ مولانا محمد یحییٰ کے علاوہ، حضرت کے کسی اور خادم و کاتب کے قلم سے ہے، تو اس کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اور وہ متواتر اس کا بھی اعلان کرتے رہے اور پابندی سے یہ اشتہار چھاپتے رہے کہ:

”ان تمام فتاویٰ کی اصل ہمارے پاس موجود ہے، جو صاحب ملاحظہ فرمانا چاہیں، ملاحظہ فرمائیں“

**مولوی عزیز الدین نے پوری زندگی اصل فتاویٰ محفوظ رکھے** صرف یہی نہیں، بلکہ مؤلف فتاویٰ رشیدیہ

نے، اصل فتوؤں کی تمام عمر حفاظت کی اور ان کی وفات کے بعد بھی برسوں تک، یہ ذخیرہ جوں کا توں موجود اور محفوظ رہا، آج سے تقریباً پندرہ سال قبل تک اس کی موجودگی کی اطلاع ہے، اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں۔ اس پوری روداد میں اگر کوئی کہے تو یہ ہے، کہ مولوی عزیز الدین صاحب کے بار بار اعلانات کے باوجود کسی نے بھی مطبوعہ نسخہ کی اصل فتاویٰ سے مطابقت کی زحمت نہیں فرمائی، پچاس سال سے زائد عرصہ تک یہ تمام فتاویٰ رکھے رہے، موجود رہے مگر ان کے براہ راست مطالعہ کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

**مزید فتاویٰ اور آخری حصوں کے لئے اور جدوجہد** مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کی

ترتیب و طباعت کے لئے، غالباً بڑا منصوبہ بنایا تھا، اس لئے ذاتی طور پر فتاویٰ کی جستجو اور فراہمی کے علاوہ، کئی مرتبہ اشتہارات بھی شائع کئے، متعلقہ اصحاب کو خطوط لکھے، بار بار اشتہار بھجوائے، عریضے پیش کئے مگر اس ذخیرہ کے حامل اکثر اصحاب نے

مولانا عزیز الدین کی گزارش پر کان نہیں دھرا اور اس بڑی دینی فتنی خدمت و کاوش کو لائق اعتنا نہیں سمجھا مگر اس سے تو نجی سے مولوی عزیز الدین بد دل نہیں ہوئے، اپنے کام میں برابر لگے رہے۔

**مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ کا چوتھا اور پانچواں حصہ؟** مولانا عزیز الدین کے فتاویٰ رشیدیہ کے، تین حصے تو معروف اور دستیاب ہیں، ان کے علاوہ دو حصے اور بھی تھے جو بالکل مفقود و معدوم ہیں، حال آں کہ چوتھا حصہ مکمل اور کتابت ہو کر چھپنے کے لئے چلا گیا تھا، پانچواں زیر ترتیب تھا اور مولانا کی بعض تحریرات سے جھلکتا ہے، ان کا اس سلسلے کو اور آگے بڑھانے کا خیال تھا، مگر کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ بڑا کام کیوں ناقص و ناقصا مرہ گیا اور کس وجہ سے اس کا چوتھا پانچواں حصہ عام نہیں ہوا اور بعد کے حصے تو وجود میں آنے سے بھی محروم رہ گئے۔

**پہلی طباعت** فتاویٰ رشیدیہ کے پہلے حصہ کی طباعت کب شروع ہوئی، اس کا تذکرہ نہیں ملتا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کی کتابت حضرت مولانا کی حیات میں مکمل ہو گئی تھی، طباعت بعد میں پوری ہوئی، تکمیل طباعت کی، کتاب کے آخری صفحہ پر، ان الفاظ میں صراحت ہے:

”الحمد لله والمنة کہ بتاریخ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ [۱۱ جنوری ۱۹۰۶ء] کو یہ پہلا حصہ اختتام کو پہنچا“

بفضلہ و کرمہ (۱)

یعنی فتاویٰ رشیدیہ کے پہلے حصہ کی، پہلی طباعت، حضرت مولانا گنگوئی کی وفات ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ ۱۵ اگست ۱۹۰۵ء کے تقریباً پانچ مہینہ کے بعد مکمل ہو کر آ گئی تھی۔ یہ نسخہ برلاس پریس اور شمس المطابع مراد آباد میں چھپا تھا، یہ سب سے پہلی طباعت، ایک سو اسی صفحات پر مشتمل ہے، جس میں آخری ناکل کا ایک صفحہ بھی شامل ہے۔

سرورق کے بعد، اصل کتاب سے پہلے، اٹھائیس صفحات ہیں، جس میں اول صحت نامہ افلاط ہے، جو بیڑہ صفحوں پر آیا ہے، اس کے بعد خاصی مفصل فہرست مضامین ہے، جو سارے بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں فتاویٰ شروع ہو گئے ہیں۔ سرورق کے بالکل آخری صفحہ پر، مولوی سید فرید احمد صاحب و فامراد آبادی کا نوشتہ فقرہ تاریخ اور قطعہ تاریخ ہے۔

فقرہ تاریخ یہ ہے: ”رسالہ فتاویٰ رشیدیہ“ ۱۳۲۳ھ قطعہ تاریخ بھی ملاحظہ ہو:

چوایں نسخہ بے بدل طبع شد ز زحمت بعید و برمت قریب

چہ تاریخ حسن، برآمد وفا ملک گفت: ”زیرا عجیب و غریب“

(۲) ۱۳۲۳ھ

(۲) فتاویٰ رشیدیہ طبع اول، سرورق کا آخری، چوتھا صفحہ۔

(۱) فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول، طبع اول ص ۱۶۷۔

اس کے نیچے حقوق طباعت محفوظ ہو گئے کا اعلان کیا گیا ہے:

"حق کا پیرواں کتاب ہے، مزاج طبعی، اہل انصاف و عدل، جس کی ہر بات محکوم ہے۔"

حصہ دوم کی پہلی اشاعت

پچیسے حصہ کی شہادت کے بعد چل دی حصہ دوم بھی شائع ہوئی تھی۔ حصہ دوم انٹرنیٹ پر مراد آباد سے چھپا۔ آخری صفحہ کے بعد ناکل کے آخری صفحہ پر، چھٹے شعروں پر منقول قطعہ کتابی نسخہ ہے، جو کاشی محمود علی گرائی پور میں کی یادگار ہے۔ کہا ہے:

606

از لحاظ طبع مؤرخ بے مثال، شاعر شریں مثال، فنی مہو علی صاحب کمالی برص

لفظ رضا، نجم الہدی فی الوری  
 بهذا الفضل فی فطوس الکرم  
 کہ ہر مخلوق جنس مہر دین  
 کو اپنے ما دین اسلام کا  
 ضروری مسکن ہوسن وجہ  
 کہا ہو کے خوش ہائف غیب نے

فسر القلوب وزال الکید  
 فلفظ جاء بشری لجمع العبد  
 منور بعد مہر شد ہوا مہر  
 ملی باب رضوان کی گویا کلیہ  
 جس اور شاد مہر شد سے دین کے رشید  
 نفیس القادری نام رشید



اس کے اختتام پر فاتحہ الطبع ہے ماں کے الفاظ یہ ہیں:

## خاتمة الطبق

الحمد لله والصلوة والسلام على من لا نبي بعده  
بعد اسماں میں داخل ہو کر پہنچا۔

حصہ سوم کی پہلی اشاعت مولانا عزیز الدین صاحب کی یہ کاوش اہل فکر کے یہاں مقبول ہوئی تھی اس لئے اس مسئلہ کو آگے بڑھانے اور جاری رکھنے کی فرمائش آئی، جس پر مولانا عزیز الدین صاحب بھی ہاں سے اس کے صاحب دہن ہوئے دوسرا تیسرا حصہ مکمل ہوتے ہی چھپنے کے لئے چلا گیا تھا اس لئے تیسرا حصہ فضل حسین بکس کے اجتماع سے افضل الطابع مرحوم آج دسے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ ۲۳ مارچ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا خاتمہ اشعار کی ذیل سے:

١٠٠٠ لکھ روپے



الحمد لله والمنة کہ بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ کو یہ مجموعہ متبرکہ حصہ سوم، جس میں تقریباً تعدادی چار سو مسائل ہیں، اختتام کو پہنچا۔ (۱)

یہ کلمات ص ۱۶۰ کے اختتام پر ہیں، ص ۱۶۱ سے ص ۱۶۲ تک فہرست مضامین ہے، ص ۱۶۳ سے ۱۶۶ تک صحت نامہ حصہ سوم آیا ہے، اسی صفحہ پر درج ایک اشتہار و اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ کو، دیوبند کے جلسہ دستار بندی تک، بازار میں لے آنے کے خیال سے، کتابت و طباعت میں جلدی کی گئی، اس کی وجہ سے اس کی صحت کا خاطر خواہ اہتمام نہیں ہو سکا۔

لیکن یہ اعلان اس اشاعت کا نقطہ اختتام نہیں ہے، ایک صفحہ اور ہے، اس پر حضرت مولانا گنگوہی کا قطعہ تاریخ وفات ہے، جو فارسی کے انیس اشعار پر مشتمل ہے۔ سرورق کے آخری چوتھے صفحہ پر، حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا محمود حسن اور حضرت مولانا تھانوی کی تصانیف کی تاجرانہ فہرست ہے، یہ اشتہار بھی اس کی ایک ضمنی تصدیق ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب [کم سے کم، اس اشاعت کے وقت تک] ان حضرات کے دامن گرفتہ دینی فقہی نظریات اور سلوک و تصوف میں ان کے طریقہ پر تھے۔

**حصہ چہارم و پنجم کی کتاب و طباعت** فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و اشاعت کا کام، تیسرے حصہ پر ختم نہیں ہوا تھا، اس کے بعد بھی کم سے کم دو حصے [چہارم، پنجم] اور مرتب ہوئے تھے۔ چوتھے حصہ کے شائع کرنے یا زیر اشاعت ہونے کا، مولانا عزیز الدین صاحب فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی، دوسری اشاعت کے مختلف حصوں میں، کئی مرتبہ اعلان کیا، حصہ سوم کے طبع اول کے سرورق کے دوسرے صفحہ پر، ایک مفصل اشتہار میں، اس کا دو مرتبہ ذکر آیا ہے۔ اس اشتہار سے ان فتاویٰ کی اصلیت پر شبہ کا بھی جواب ملتا ہے، اس لئے یہاں یہ اشتہار نقل کیا جاتا ہے۔ لکھا ہے:

### التماس

الحمد لله کہ اکثر حضرات شائقین کی توجہ دلی اور صدق سعی نے ہم احقران کو، تیسرے و چوتھے حصہ فتاویٰ رشیدیہ کی جانب ہمت دلائی اور اپنے دل ربا و جانہ قلمی فتاویٰ، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے، آغوش محبت سے جدا کر کے، بسبیل واک ہم احقران کو، ان کے نام ارسال کئے، ہم کو معزز و ممتاز اور کل ناظرین کو مستفیض فرمایا، جزاک اللہ فنعم الجزاء۔

جس کسی صاحب کو کسی مسئلہ میں تردد پیش آئے، وہ مرتفع ہو سکتا ہے، ان کل فتاویٰ کی اصل ہمارے اور ہمارے احباب کے پاس موجود ہے۔ یہ تیسرا حصہ حاضر خدمت، چوتھا حصہ انشاء اللہ بہت جلد طبع ہو کر،





**اشاعت دوم، مراد آباد** پہلا حصہ طبع کے بعد جلد ہی کم یاب ہو گیا تھا، طلب بڑھتی جا رہی تھی، اس لئے مولانا عزیز الدین صاحب نے طبع اول کو دوبارہ جوں کا توں شائع کر دیا، اس پر تاریخ اشاعت بھی وہی درج ہے، جو پہلی اشاعت میں تھی، حالانکہ یہ حقیقت میں پہلی اشاعت نہیں، بلکہ پہلی اشاعت کا (Re Print) ہے، فرق صرف یہ ہے کہ پہلی اشاعت برائیں پریس سے چھپی تھی، جیسا کہ اس کے تعارف گزر گیا ہے، اسے عکس یا عکس، افضل المطابع، مراد آباد سے چھپا تھا۔ مطبع کی صراحت کے علاوہ دونوں میں سے ایک فرق یہ بھی ہے، کہ پہلی طبع کا سرورق ہلکے رنگ کا باریک کاغذ کا ہے، دوسری طبع کا سرورق ڈرامویر کاغذ پر چھپا ہوا ہے۔

**اشاعت سوم، مراد آباد** حصہ اول کی دوسری اشاعت بھی فروخت ہوئی، تو اس حصہ کو مولانا عزیز الدین صاحب نے ایک مرتبہ اور چھاپا، یہ طبع، پہلی طبع کے تین سال بعد اشاعت پذیر ہوئی، یہ بھی مطبع شمس المطابع مراد آباد سے، حاجی شمس الدین کے اہتمام سے چھپی تھی۔ یہ پہلی دونوں طبعوں سے کسی قدر مختلف ہے، اس کے سرورق کے دوسرے اندرونی صفحہ پر پورے صفحہ کا اشتہار ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

### فتاویٰ رشید یہ حصہ اول طبع ثالث

غرض ہوا یہ حصہ ہم نے بڑی کوشش سے طبع کرنا کر، حضرات ناظرین کی خدمت میں عموماً اور برادران دینی کی خدمت میں خصوصاً پیش کیا تھا، الحمد للہ کہ ہماری سعی مقبول خاص و عام ہوئی، شائقین کی طلب کی وجہ سے بارہ طبع کی فوری آگئی، کیوں نہ پسندیدہ عالم ہو کہ محدث دہلیہ عصر، قطب وقت، حضرت مولانا مہدوی رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے، یہ نہایت کارآمد فتاویٰ ہیں، کہ جن سے ہر چھوٹا اور بڑا مستفید نہیں ہے۔ اس کتاب کے تین حصہ طبع ہو چکے ہیں، چوتھے حصہ کی تیاری ہے، قیمت فی حصہ ۱۰ روپے، ان تمام فتویوں کی اصل ہمارے پاس موجود ہیں، جو صاحب چاہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جن صاحب کے پاس حضرت مولانا قدس سرہ کے فتاویٰ موجود ہوں اور ان کا طبع ہونا بھی منظور ہو تو ہمارے پاس بھیج دیں، انشاء اللہ چوتھے حصہ میں طبع ہوں گے۔

اس طبع کے آخری صفحہ (سرورق) پر بھی طبع اول کا قطعہ تاریخ اور وہی عبارت درج ہے، جو پہلی دونوں اشاعتوں پر تھی، مگر دونوں میں اس سے امتیاز ہو جاتا ہے، کہ پہلی دونوں طبعیں ایک سو بائیس صفحات پر مشتمل تھیں، اس کے ایک سو چونتیس صفحات ہیں، یہ صفحات اصل کتاب میں اضافہ نہیں، بلکہ ان صفحات پر کتابوں کی تاجرانہ فہرست چھپی ہے۔ یہ اشاعت غالباً ۱۳۹۹ھ کی ہے۔

**حصہ سوم کی اشاعت دوم** فتاویٰ کا تیسرا حصہ افضل المطالع مراد آباد سے ۱۳۳۹ھ (۱۹۱۰ء) میں چھپا تھا، اس حصہ کی دوسری اشاعت بھی اسی مطبع سے نکلی، اس پر سنہ طباعت موجود نہیں مگر دونوں میں چند صفحات کی کمی زیادتی ہے۔ پہلی اشاعت ایک سو چھتر (۱۷۶) صفحات پر ہے، دوسری میں ایک سو چھیالیس صفحات ہیں۔

**مرتب کے اہتمام سے تینوں حصوں کی رسمہ نہری مسجد دہلی سے اشاعت** فتاویٰ کی بار بار اشاعت کے باوجود اس کی پذیرائی اور مقبولیت روز افزوں تھی، اس لئے مرتب اور ناشر نے، اس کی ایک بہتر، منہد، عمدہ اور یکساں طباعت کا دہلی میں انتظام کیا تھا۔ یہ نسخہ: حافظ عبدالغنی صاحب، کتب خانہ رحیمیہ، سنہری مسجد دہلی کے نام سے چھپا تھا، اس پر سنہ طباعت درج نہیں، سرورق کے آخری صفحہ پر، پہلی تینوں اشاعتوں کی طرح، مولانا عزیز الدین صاحب کا نام اور پتہ چھپا ہے، اس میں بھی وہی مضمون ہے، جو اوپر نقل ہو چکا ہے۔ اس طباعت کا صرف پہلا حصہ میری نظر سے گزرا ہے، اس لئے اس اور اسے دوسرے، تیسرے حصہ کی طباعت کے متعلق، کچھ کہنا ممکن نہیں۔

**مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند: ۱۳۳۳ھ** فتاویٰ رشیدیہ کی جو پذیرائی ہوئی، اس کا تقاضہ جگہ حق بھی تھا کہ اس کا ایک اچھا ایڈیشن دیوبند سے شائع ہو، مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے، اپنے مطبع قاسمی دیوبند سے اس کی طباعت کا انتظام کیا۔ یہ طباعت مولانا عماد الدین شیر کوئی کے اہتمام سے چھپی اور اس وقت تک کی تمام طباعتوں میں سب سے بہتر ہے۔ مطبع قاسمی کا مطبوعہ نسخہ ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں زیر طباعت سے آراستہ ہوا اور غالباً مکمل کتاب [تینوں حصے] ایک ساتھ چھپے تھے، اس کا صرف دوسرا حصہ راقم سطور کے سامنے ہے، دوسرے حصوں کی تلاش و دریافت میں کامیاب نہیں ہوا۔

**مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ جامع مسجد دہلی: ۱۳۳۸ھ، ۱۳۵۲ھ** مطبع قاسمی کے بعد جو طباعت راقم کو ملی، وہ کتب خانہ رحیمیہ کی دوسری طباعت ہے، جو تصحیح، ترتیب، تیویب، کاغذ اشاعت وغیرہ، ہر پہلو سے، پہلی طباعتوں سے بہت بہتر ہے۔

اس طباعت کے لئے تصحیح و تیویب کی خدمت، مولانا مفتی کفایت اللہ کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی تھی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب اس کی تخریج مسائل بھی کرائی تھی اور ایک جامع حاشیہ بھی لکھوایا تھا، یقیناً اس حاشیہ کی اشاعت سے فتاویٰ رشیدیہ کی افادیت و منزلت میں بہت اضافہ ہوتا مگر افسوس ہے کہ یہ حاشیہ، کتاب کی ضخامت اور قیمت بہت بڑھ جانے کے خوف سے [کیوں کہ حاشیہ بہت مفصل اور اصل کتاب کے برابر تھا] شائع نہیں کیا گیا۔

یہ نسخہ: تین علیحدہ علیحدہ حصوں میں، کتب خانہ رحیمیہ، سنہری مسجد دہلی سے علیحدہ علیحدہ چھپا تھا، پہلا حصہ ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) میں چھپا، یہ اشاعت بہت مقبول ہوئی، بار بار چھپتی رہی اور کثرت سے فروخت ہوئی اور اب تک بھی فتاویٰ رشیدیہ کا بنیادی

نسخہ ای کو کچھ بچا ہے۔ رشیدیہ کی اس کے اشاعت کے بعد سے، فتاویٰ رشیدیہ کے جس قدر بھی نسخے ہیں، وہ تمام اسی اشاعت کی گویا نقل ہیں، کسی مرتب و ناشر نے ترتیب و تزیین میں جزوی ترمیم کی ہے، یا بعض عنوانات میں کچھ حذف و اضافہ کیا ہے، مگر مولانا نسخہ وہی ہے جو رشیدیہ سے چھپا تھا۔

**کتب خانہ رحیمیہ سے شائع چند اور اشاعتیں** رشیدیہ کی صاحب امتیاس چھاپس وچہ مقبول اور پسندیدہ خاص و عام ہو میں، کہ اس ادارہ نے فتاویٰ کے کئی ایڈیشن متواتر چھاپے اور یہ سلسلہ رسول تک جاری رہا۔ رشیدیہ دہلی کی اشاعت کے بعد، دہلی کے پانسی اور جگہ کے کئی ادارہ نے، فتاویٰ رشیدیہ چھاپا، مگر علم میں نہیں مگر ۱۹۴۷ء کے بعد، غالباً سب سے پہلے کراچی کے ناشرین نے، فتاویٰ رشیدیہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، ان کی اور رشیدیہ کی نقول ہندوستان میں بھی چھپتی رہیں، بعد میں، جو ہندوستان سے باہر چھپی اور چھپ رہی ہے، ان سے زائد طباعتیں میری نظر سے گذری ہیں مگر ان میں کوئی نئی بات، ترتیب، تصحیح، متبادل وغیرہ کی کوئی کوشش مجھے نظر نہیں آتی۔

**کراچی کی طباعتیں اور فتاویٰ رشیدیہ میں چند اضافات و ترمیمات** ۱۹۴۷ء کے بعد، کراچی سے فتاویٰ رشیدیہ کی کئی اور متواتر طباعت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اس میں بھی تصحیح و تحقیق وغیرہ کا کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا گیا۔ صرف ایک اشاعت مطبعہ سعیدی کراچی کی، ایسی نظر سے گذری تھی، جس پر ایک تحریر مولانا سبحان محمود صاحب کی چھپی ہوئی تھی کہ ہم نے اس کی تزیین اور تصحیح کی ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں ہندوستان دونوں ملکوں میں اور اس کی کتابوں، مطبوعات کوہ ہند کی کسی اجازت کے بغیر شرعی طور پر چوری سے اچھاپنے کی وبا عام ہے، اس لئے اس طباعت کی نقلیں بھی شروع کی تصدیقات و گذارشات نکال کر ہندوستان میں اشاعت سے چھینیں۔ کچھ کراچی ہی کے کسی ناشر نے اپنی راہ الگ نکالی، فتاویٰ کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا، جس میں حضرت مولانا مفتاحی کے فقہی ارشادات و ملفوظات بھی شامل کر لئے۔ اگرچہ یہ طریقہ بالکل غلط اور قطعاً غیر علمی تھا، فقہ و فتاویٰ کے ذمہ داران کام میں، بصورت ملفوظات کی، جن کا حوالہ بھی درج نہ ہوا، آچھا بہت نہیں، مگر جب افادہ پہلو پر مائل جدید لذیذ کا نظریہ غالب ہوا، ایسے میں استدلال و احتیاط کی بات بے فائدہ ہوتی ہے، یہی اس طباعت میں بھی ہوا۔ ملفوظات و اشاعتیں چھپتی ہی اس کی نقلیں عام ہو گئیں۔ اس وقت سے یہی نسخہ چھپ رہا ہے، چل رہا ہے۔

**فتاویٰ کی ملفوظات کے ساتھ کراچی سے اشاعت** یہ طباعت جس میں ملفوظات فتاویٰ کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں، ان سے مرتب کیا تھا اور سب سے پہلے کس نے اس کوشش کیا، اس کا صحیح علم نہیں مگر اس قسم کی جو سب سے پہلی شاعت رافقہ کوئی، وہ کارخانہ محمد علی، علیہ السلام، کراچی، پاکستان کی ہے، اس میں مرتب کا نام اور سب سے اشاعت مولانا مفتاحی، صاحب مدظلہ کے قریب کی اشاعت ہے، اس میں تزیین و ترتیب میں مزید مدد ملی اور بہتری کا اعلان

کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتاویٰ میں ملفوظات کی شرکت، اس ادارہ کی "حرکت" نہیں تھی، یہ کام اس سے پہلے کسی اور ناشر نے کیا تھا، زیرِ نظر نسخہ کارخانہ محمد علی، کراچی میں ملفوظات کو صرف مضموعات سے نکالتے، مرتب کر کے پیش کرنے کی کوشش ہوتی ہے، یعنی ملفوظات ہر ایک باب کی مناسبت سے، متعدد و متعدد کر کے، اس باب کے آخر میں درج کئے گئے ہیں۔ ناشر نے لکھا ہے:

"حضرت گناوی کے یہ فتاویٰ یوں تو اس سے پہلے بھی شائع ہوتے رہے ہیں، لیکن ہم نے جدید ٹکسی ایڈیشن کی ترتیب و تہذیب کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے اور عصر حاضر کی فنی اور مادی کیفیات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔" یعنی چہ؟ نور! ہم نے جملہ مسائل کو ان کو نوعیت اور اقسام کے اعتبار سے، الگ الگ کتاب اور ابواب کے ماتحت ایک جگہ کر دیا ہے، اس طرح قاری کو کسی بھی مسئلہ میں اس کا جواب تلاش کرنے میں، وقت اور پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی، غیر مست مضامین میں متعلقہ مسائل کی کتاب اور باب پر نظر ڈالنے اور متعلقہ متعلقہ کھول کر، جواب حاصل کر لیجئے۔

اسی طرح کچھلی اشاعت میں ملفوظات منتشر و متفرق تھے، ہم نے انہیں بھی ابواب کے اقتسام پر، ایک جگہ کر دیا ہے، ان تمام مسابہ اور کوششوں کے نتیجے میں یہ جذبہ کارفرما تھا کہ اس مفید چیز کے افادہ کو زیادہ سے زیادہ وسیع کر دیا جائے۔" (۱)

**تالیفات رشیدیہ** فتویٰ رشیدیہ کی ایک معروف اشاعت ہو ہے، جو تالیفات رشیدیہ کے نام سے ۱۳۶۸ھ سے ۱۹۷۸ء میں ادارہ اسلامیات، لاہور سے پہلی مرتبہ چھپی تھی۔ اس میں فتاویٰ کے علاوہ، حضرت مولانا گناوی کی چند تالیفات بھی شامل و شائع کی گئی ہیں۔

اس اشاعت میں شامل فتاویٰ غالباً اس اشاعت کی نقل ہیں، جس کا اشاعت کراچی کے تحت تعارف گزرا ہے، اس کی تمہید اور مندرجات بھی وہی ہیں، جو نسخہ کراچی کے تھے، مگر تفصیلات سے قطع نظر، یہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ دونوں اشاعتیں صحیح اور اصول سے مطابقت کی نہایت محتاج ہیں۔ (۲) نیز اس کو مجموعہ تالیفات رشیدیہ کہنا بھی شاید صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں حضرت مولانا کی جملہ تالیفات شامل نہیں، جو ہیں وہ مجموعہ فتویٰ کے ضمیمہ کے طور پر ہیں، اگر اس کا نام "فتاویٰ

(۱) فتویٰ رشیدیہ، ۱۳ تا ۱۷ صفحہ کارخانہ اسلامیات، کراچی، ۱۳۸۰ھ۔

(۲) ان دونوں کتابوں کی فرمائندہ شتوں، بعض احوال و اضافات، یہ اشاعت کی بڑی تعویض پر متعلق، مگر میں نے یہ کہہ دیا ہے، اگرچہ جہاں سے یہ فتاویٰ سامنے آئے، فتویٰ رشیدیہ اور تالیفات رشیدیہ سے اختلاف و جوع یا جہالت کے عرصے سے بھی اس کی تصحیح و ترمیم کی اس کی ذمہ داریوں پر نظر نہیں آتا، اس لئے اختلافات و غلطیوں پر طبعی طور پر فتویٰ رشیدیہ اور تالیفات رشیدیہ اب تک محسوس ہوتی ہے۔



فرمایا، ان عالم صاحب نے بہت محنت اور توجہ سے مفصل حاشیہ لکھا، جس کا تخریج جزئیات و روایات کی وجہ سے، ہزاروں سال پہلے میں تھا، چند توضیحات و فوائد اردو میں بھی لکھ گئے تھے، مگر افسوس کہ قادیان کی ضحامت و غیور بہت بڑھ جانے کے خیال سے، اس قیمتی حاشیہ کو، جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے بڑے مفتی کی عمرانی و سرپرستی شامل تھی، شائع نہیں کیا گیا۔

میں نے سنا ہے کہ یہ حاشیہ ساڑھے تین سو پونے چار سو صفحات پر مشتمل تھا، اس کو میرے ایک بڑے علمی محسن، شہادت کر مر فہا، صاحب نظر اور با ذوق، حافظ توفیق احمد صاحب علوی کیہ انوی رحمہ اللہ نے، کتب خانہ رحیمہ کے وارثین کے یہاں، ایک سے زائد مرتبہ دیکھا اور وہاں سے اس کی نقل یا کس لینے کے لئے، خاصی کوشش کی مگر وہ صاحبان آمادہ نہیں ہوئے، اور ان کے طور کی تحریر کے دوران، جب اس خانوادہ کے موجودہ اصحاب سے رجوع کیا گیا، تو یہ تکلیف دینے والی اطلاع ملی، کہ گھر کی نئی تعمیر کے وقت گھر میں جو علمی اثاثہ اور کتابیں وغیرہ تھیں، وہ سب مختلف افراد، اپنے اپنے ذوق کے مطابق اٹھا کر لے گئے تھے، اس لئے معلوم نہیں اس کا کیا ہوا اور کون اس کو لے گیا۔

(۲) حاشیہ، مرتبہ مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی ایک اور بڑے مفصل اور جامع حاشیہ مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی (خیر آباد، اعظم گڑھ) مفتی دارالعلوم دیوبند کا ہے۔ دو جلدوں اور ساڑھے گیارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، کمپوزنگ و کرا شاعت کے لئے تیار رکھا ہے، بعض اور کام سامنے آ جانے کی وجہ سے، اس کی طباعت میں تاخیر ہو رہی ہے۔

(۳) حاشیہ، مرتبہ مفتی محمد یوسف صاحب [دیوبند غالباً ۱۳۹۹ھ] ایک اور حاشیہ دارالعلوم دیوبند ایک اور استاد، مولانا مفتی یوسف اتاؤلی، ضلع مظفر نگر اکا ہے، اس میں متوسط حاشیہ ہے، تصحیح اور مقابلہ متن کے لئے اور نسخوں کی طرح، اس میں بھی توجہ نہیں کی گئی، تاہم ہندوستان میں اس وقت تک حسن طباعت طباعت کے لحاظ سے، سب سے بہتر ہے، کمپوزنگ اور طباعت عمدہ ہے، جلد بھی خوبصورت ہے، یہ حاشیہ قادیان رشیدیہ کے معروف مطبوعہ نسخہ پر مبنی ہے۔ دونوں جلدوں کے نو سو چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہیں، سنہ طباعت درج نہیں، اندرونی مندرجات سے، ۱۳۹۹ھ معلوم ہوتا ہے۔

(۴) حاشیہ مطبوعہ اکوڑہ خٹک، بلا سنہ نسخہ دیوبند کے بعد ایک حاشیہ، مؤثر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان سے چھپا ہے، اس پر تعلیق کا کام مفتی نصیر محمد حقانی اور مفتی عبدالہادی حقانی نے، مفتی غلام قادر نعمانی کی عمرانی میں کیا ہے۔ حاشیہ نسخہ دیوبند کی طرح اوسط درجہ کا ہے، مگر اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فقہ حنفی کے اہم اخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، ضمنی ثانوی کتابوں کا تذکرہ ہے نہ حوالہ، مجموعی طور پر نسخہ دیوبند سے مفید اور بہتر معلوم ہوتا ہے۔

یہ صہبت ایک ہی جہد میں ہے، کمپوزنگ متن اور حواشی دونوں کی صاف ستھری ہے، آٹھ سو پینتیس ۸۳۵ صفحات پر مشتمل ہے، جلد کا ڈیزائن وغیرہ دلکش ہے۔

(۵) سنا ہے کہ ترمذی و تعلق کا ایک اور کام مکتوبہ ہوا چستان، پاکستان کے ایک علمی ادارہ میں ہوا ہے، اور یہ نظام شائع ہو چکا ہے مگر اس کی کوئی تفصیل راقم کو دستیاب نہیں ہوئی۔

**خلاصہ فتاویٰ رشیدیہ** فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصوں کا ایک خلاصہ بھی مرتب کیا گیا تھا، جس میں سوالات حذف کر دیے ہیں اور جوابات میں بھی تمام مندرجات کا احاطہ نہیں، مرتب نے اپنے ذوق یا شاید ضرورت کے مطابق، اہم اور ضروری ضروری جوابات ترتیب وار نقل کئے ہیں، تینوں حصوں کے منتخبات پر متحدہ شمار درج ہے۔ یہ پورا مجموعہ یا انتخاب درمیانی پینکٹس کے، ایک سو پچیس صفحات پر مشتمل ہے، تحریر عمدہ صاف ستھری رواں ہے، شروع میں تینوں حصوں کی مکمل فہرست اور اختصار پر ”مختصر شدہ“ کی وضاحت بھی ہے مگر کتاب مختصر نے اپنا نام، مقام اور سہ کتابت تحریر رقم نہیں کیا، لیکن اس کے ساتھ شامل بعض اور تجزیوں سے خیال ہوتا ہے کہ یہ انتخاب ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء کے بعد کسی وقت ہوا ہے۔ اس کا فوٹو اسٹیت جاریہ ذخیرہ میں موجود ہے۔

**فتاویٰ رشیدیہ پر چند شبہات و اعتراضات:** فتاویٰ رشیدیہ اگرچہ کثرت سے چھپتا ہے، پڑھا جاتا ہے اور اس سے استفادہ کچھ کم نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس پر چند شبہات و اعتراضات بھی کئے جاتے ہیں، یہاں ان کا بھی کچھ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصے ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۲۸ھ کے درمیان چھپے تھے، اسی وقت سے ان کو قبول عام اور کثرت استفادہ کا امتیاز حاصل ہے۔ ان فتاویٰ کی اشاعت سے تقریباً ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء) تک، ان فتاویٰ پر شبہ یا ان کی نقل و اشاعت میں جہد یا تنقید کا خیال نہیں تھا، زمان کے جامع مرتب مولانا محمد امجد علی صاحب پٹوٹلی اعتراض کیا گیا، کوئی الزام نہیں لگایا گیا، حالانکہ اس وقت حضرت مولانا گنگوہی کے علمی سوشل گروہ اور بے شمار متفہمین موجود تھے، جن میں سے کچھ سوں فقہ و فتاویٰ میں وسیع گہرائی نظر رکھتے تھے اور حضرت مولانا کے فتاویٰ کے غلط اور اسلوب تحریر کو خوب جانتے سمجھتے تھے، مگر کسی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ کی اس صہبت اور اس میں شامل فتاویٰ کے حضرت مولانا گنگوہی سے اقتساب پر سوال نہیں اٹھایا، اس مجموعہ فتاویٰ کو بلا کسی تحفظ کے پڑھا گیا اور اس سے بلا واسطہ استفادہ ال بھی ہوا۔

اس مجموعہ فتاویٰ کی اشاعت کے تقریباً پچیس سال بعد، جب اس کے مرتب، پانچ ایڈیشن شائع ہو کر، عام ہو چکے تھے، پہلی مرتبہ یہ بات سامنے آئی کہ فتاویٰ رشیدیہ پر کچھ اعتراضات نہیں کیا جا سکتے اور اس نے بعض فتاویٰ کی حضرت مولانا گنگوہی

کی جانب نسبت مشتبہ ہے۔ غالباً یہ بات سب سے پہلے اس وقت کہی گئی، جب بھاول پور میں قادیانیوں کے کفر اور ان سے نکاح فاسد ہونے کا بہت اہم اور تاریخی مقدمہ چلا، اس میں قادیانی جماعت کے بڑے مبلغ اور نمائندے جلال الدین عیسٰی قادیانی نے، اپنے ایک دعویٰ میں فتاویٰ رشیدیہ کی ایک عبارت ثبوت کے طور پر پیش کی تھی، اس کا جواب دیتے ہوئے ۶ اوتھل ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ / مارچ ۱۹۳۳ء میں، اس مقدمہ میں مسلمانوں کے بڑے نمائندے اور مقدمہ کے پہلے چیرکار مولانا ابوالخوفہ شاہ جہاں پوری نے، فتاویٰ رشیدیہ کی علمی استنادی حیثیت پر، شہید ظاہر کرتے ہوئے، فتاویٰ رشیدیہ کی استنادی حیثیت سے انکار کیا تھا اور جواب دعویٰ میں لکھا تھا کہ:

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاویٰ ہیں، جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی، چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بھی، ان میں فتاویٰ ہیں اور مولوی اظف اللہ صاحب کے بھی۔

(۲) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر مقلد، عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کرایا ہے اور غیر مقلدین کو حضرت سے خصوصی عناد تھا۔

(۳) ان میں اکثر فتاویٰ کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں، بلکہ غلط اُن کی طرف منسوب ہیں۔

(۴) القاسم، المرشید وغیرہ میں، اس کے کل فتاویٰ نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی مل سکتا ہے۔ (۱)

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی بعض جزئیات کے اضافہ کے ساتھ، اسی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اپنے مجموعہ فتاویٰ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان کی [فتاویٰ رشیدیہ] اشاعت حضرت کی وفات کے بعد مختلف اطراف میں گئے ہوئے، خطوط کو جمع کر کے کی گئی اور ان میں ایک اختلاط یہ بھی پیش آ گیا، کہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت تیسوی قدس سرہ کی بیٹائی نزول ماہ سے جاتی رہی تھی (تذکرۃ المرشید، ج: ۱، ص: ۱۰۰) خود لکھتے پڑھنے سے معذور ہو گئے تھے، اس وقت اکثر خطوط اور فتاویٰ کا جواب، حضرت مولانا محمد عینی صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایا کرتے تھے، جن میں کبھی تو حضرت بطور املاء کے الفاظ لکھواتے تھے اور کبھی مضمون بتلادیا کہ یہ لکھ دیں۔ اس لئے جو استناد و اعتمد کا درجہ حضرت مددوح کے فتاویٰ کو ہونا چاہئے تھا، اس میں ایک حد تک کمی رہ گئی۔

(۱) مقدمہ سر ڈاکٹر بھاول پور، ص: ۱۳۳۸، جلد سوم۔ (۲) اسلامک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء، ۱۳۹۰ھ، ۱۹۸۸ء، جواب دعویٰ میں جن تجلیات، Point اور جہان میں کوئی قابل ذکر بات نہیں، اس لئے ان کا یہاں تذکرہ نہیں کیا گیا۔



فتویٰ رشیدیہ کے نام سے جو تین حصے شائع ہوئے ہیں، ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی ہیں، جن کے متعلق حضرت مکتوبی قدس سرہ کے مخصوص تلامذہ و مریدین اور خلفاء، حضرت ممدوح کے فتاویٰ، شائع شدہ فتویٰ کے خلاف اقل کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں ابتداً حضرت مکتوبی کا وہی فتویٰ ہو جو شائع ہوا ہے، لیکن آخر تک جس خدمت رکن والے اکابر علماء نے جو نقل کیا، وہی آخری فتویٰ اور راجح قول شمار ہوگا۔

مثلاً ربانی و دین الہی کے متعلق فتویٰ رشیدیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کے قول مشہور کے موافق، دین الہی میں کفار سے سوئیئے کو ناجائز سمجھا ہے مگر حضرت گیسوی قدس سرہ کے متعدد مخالفانہ اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے باہر بیہ سنا، کہ حضرت گیسوی کا فتویٰ اس باب میں صاحبزادین اور جمہور کے موافق تھا، اور اسی وجہ سے حضرت ممدوح نے حضرت حکیم الامت کے رسالہ تحذیر الانحوائن پر دستخط نہیں فرمائے کہ اس کے مضمون سے حضرت کو اختلاف تھا۔ اسی طرح سماع موتے کے مسئلہ میں، جو مضمون فتویٰ رشیدیہ میں طبع ہوا ہے، استاذی و سیدی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی دارالعلوم، حضرت گیسوی کا فتویٰ اس کے خلاف نقل فرماتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (۱)

ہندوستان کے ایک اور بڑے مفتی مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی بھی تقریباً یہی رائے تھی، جو مفتی صاحب کے حوالہ سے نقل لوگوں نے نقل کی ہے۔ مولانا بدر الحسن قاسمی نے مفتی صاحب پر اپنے ایک مضمون "پھر یہاں کیا باتیں" میں لکھا ہے کہ:

"فتویٰ کے اقوال و جوفتویٰ کے لئے مختار سمجھے جاتے ہیں وہ ان کو اپنی طرح ازبر تھے۔ دوسری طرف اعداء القسوسی، بوہر الخواور، قتلاوی عبدالحق، قتلاوی رشید یہ وغیرہ بھی ان کی نگاہوں میں اس طرح رہا کرتے تھے کہ مسئلہ کا ذکر آتے ہی، ان کا ذہن فوراً متعلقہ صفحات کی طرف منتقل ہو جاتا، پھر مثال کے طور پر قتلاوی رشید یہ اور قتلاوی مزین یہ کی تدابیر کے دوران مرتبین کی طرف سے جو حقارتی بہت کچھ پیش کی گئی ہے اور جس کی وجہ سے بعض مسائل میں، ان کے درجہ استفادہ میں فرق آیا ہے" (۲) - (۳)

مفتی صاحب اس گفتگو میں مولانا مفتی محمد رسول جہیلوری (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) کا بھی نام لیا کرتے تھے۔  
خود میں نے ایک مرتبہ مفتی صاحب سے عرض کیا کہ اس اطلاع کا تخذیباً نہ فرمایا  
دارالافتاء دارالعلوم امیں فتاویٰ رشیدیہ کے ایک پرانے چھپے ہوئے نسخہ پر مولانا محمد رسول صاحب کی  
تحریر ثبت ہے۔

۱) انہوں نے علماء امداد العقیس، القزونی و ابن النعمانی کو بھی راجع کیا۔ یہ سب علماء بغداد تھے۔

[illegible]

بقية حاشية آئندہ صفحہ پر



غریب شہر میں رہنے والے تھے اور درج بالا اہل حق، بڑے علماء اور جلیل القدر مفتیان کرام کے ارشادات میں،

یعنی جب کوئی معمولی طالب علم ان کو پڑھتا، استفادہ کرتا ہے اور قدیم فتویٰ رشیدیہ کو دیکھتا ہے، تو چند سوالات اس کے سامنے آتے ہیں، جو جواب چاہتے ہیں۔

مولا باوجود صاحب کے ارشادات کی نوعیت تو انسانی جواب کی ہے، مقدمہ و مناظرہ میں، فریق مخالف کو خاموش

جواب کر دینا، اصل مقصد ہوتا ہے، کسی بات کے سو فیصد صحیح ہونے اور علمی تحقیق سے، اس کی مکمل مطابقت ضروری نہیں سمجھی جاتی، اس کے مولا کے فرمودات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی، تاہم چند نکتوں کو طلب ہیں:

(۱) کیا مولا باوجود صاحب کے ارشادات صحیح اور بہر حال لائق اعتماد ہیں۔

(۲) فتویٰ رشیدیہ کا سہ سے کم پہلا حصہ، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں مرتب و مکمل ہو کر،

جہالت کے لئے تیار ہو گیا تھا، حضرت کے اکثر خواص اور مشفقین کو اس کی ترتیب و طباعت کا علم تھا، خود حضرت مولانا بھی اس سے تواقف نہ مولیں گے۔

(۳) فتویٰ رشیدیہ میں کچھ ایسی جگہیں تھیں، جو چند اہل حق کے چند اہل حق پر تقریباً بارہ سو فتویٰ شامل ہیں،

جو سو فیصد حضرت مولانا کے، یا حضرت مولانا کے نائب اور نائب، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے

کیے ہوئے ہیں۔ مولا باوجود صاحب رحمہ اللہ غیور و فاضل، مولا کے جو فتوے آئے ہیں، وہ تمام مضامین یا تصدیق کے

ساتھ ساتھ صحیح کے لئے آئے ہیں، ان کو اصل فتویٰ میں شمار کرنا، کسی طرح بھی درست نہیں۔

(۴) مولانا عبدالعزیز صاحب کا حضرت مولانا گنگوہی سے طویل رابطہ اور ارادت تھی اور اس وقت

تک ان کا فیہ تصدیق کا چہرہ نہیں تھا، مولانا کو صاحب تقلید اور حضرت مولانا سے اخلاقی وابستہ

نہیں تھی۔ یہ فیہ تصدیق نہیں ہے۔

(۵) مولانا عبدالعزیز صاحب میں ان کا مولانا گنگوہی کے فیہ معتبر ہونے کا حوالہ اب تک دستیاب نہیں ہوا۔

مگر یہ حضرت مولانا گنگوہی کے فیہ معتبر ہونے کا حوالہ اب تک دستیاب نہیں ہوا۔

واللہ اعلم بحقیقۃ الحق، مولانا عبدالعزیز صاحب نے ان روایات کا منہ نہ کر کے ہوئے متفقہ روایات نقل کر دی ہیں، مگر

سلسلہ میں بھی چند عروضا پیش ہیں۔



(۱۰) ایک اور پہلو بھی توجہ طلب معلوم ہوتا ہے، کہ وہ حضرات، جو حضرت مولانا گنگوہی کے خاص تربیت یافتہ تھے، خصوصاً فقہ و فتاویٰ میں حضرت مولانا کے نمائندہ اور جانشین سمجھے جاتے تھے، ان میں سے کسی ایک سے بھی مان فتاویٰ کے عدم استناد یا مشتبہ ہونے کی کوئی روایت منقول نہیں، اس سلسلہ میں خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی قضاوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے نام سرفہرست ہیں، جو فقہ و فتاویٰ میں حضرت مولانا کے خاص تربیت یافتہ تھے، ان حضرات نے اس سلسلہ میں کوئی اظہار خیال نہیں فرمایا، بلکہ مولانا حبیب الرحمن صاحب نے، مرتب فتاویٰ، مولانا عزیز الدین صاحب سے فتاویٰ رشیدیہ کے حقوق خرید کر، دارالعلوم کی جانب سے، اپنے مطبع قادی دیوبند سے مان کی نئی عمدہ طباعت کا اہتمام کیا۔ اس وقت اس کاسب سے بہتر موقع تھا، کہ اس مجموعہ فتاویٰ کی استنادی حیثیت پر گفتگو کی جاتی، یا اس کا اشارہ کر دیا جاتا، مگر اس اشاعت میں ایسا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔

ان وجوہات سے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و استناد کے حوالہ سے، درج بالا عنوانات و مباحث کی تحقیق و تنقیح نہایت ضروری ہے، اس سے پہلے اس مجموعہ فتاویٰ کے حوالہ سے غیر مستند ہونے کا فیصلہ صادر کرنا، غالباً مناسب نہ ہوگا۔

جسارت کی معافی چاہئے ہوئے، یہاں ایک بات اور عرض کر دینی چاہئے:

جب ہمارے تمام بڑے جلیل القدر علماء، مفتہاء، محدثین اور جملہ اہل فتویٰ اس کو ماننے اور تسلیم کرتے ہیں کہ، حضرت مولانا گنگوہی، تعلقہ اور وقت نظر میں علامہ ابن عابدین شامی اور ان کے ہم عصر علماء سے، بہت فائق اور ممتاز ہیں، نیز تعلقہ اور فہم مسائل میں، حضرت مولانا علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم کی صف کے دیدہ وور فقیہ اور اسی مقام و مرتبہ کے شخص ہیں، تو حضرت مولانا کے لکھے ہوئے مسائل کی، شامی اور فقہائے متاخرین کی جزئیات اور اطلاعات سے مطابقت کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے؟

حضرت مولانا نے زبدۃ المناہک کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کے لئے ردالمحتار (شامی) مقدمہ اور خاتمہ فتح القدیر اور عالمگیری سے استفادہ کیا ہے، لیکن اس کے بعد جو ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے، وہ نہایت اہم ہے، فرماتے ہیں: ”اگر کہیں مخالف پائیں جلدی سے لفظی پر حمل نہ فرمائیں“ (۱) اس ایک مختصر سے فقرہ میں حضرت مولانا نے بہت کچھ کہہ دیا، یعنی اگرچہ تمام مراح میرے سامنے ہیں اور میں نے ان سے اخذ و استفادہ کیا ہے مگر بعض موقعوں پر میری رائے ان

سے مختلف ہے اور بلا تحقیق میری اس رائے یا اختلاف کو غلطی پہنچی نہ سمجھیں۔ اس طرح کے فقرے حضرت کے اور بھی متعدد فتویٰ میں موجود ہیں، ایک جگہ لکھا ہے: ”اگرچہ فقہاء نے اس کا تذکرہ نہیں کیا مگر میں کہتا ہوں، ایک اور جگہ ہے: ”اگرچہ فقہاء نے یہ بات کہی ہے مگر غلط ہے، امید ہے کہ صاحب نظر قارئین زیر نظر مجموعہ میں اس قسم کے اور بھی الفاظ و کلمات پڑھیں گے۔ یہ بات حضرت مولانا کے تمام فتاویٰ پر بھی صادق آتی ہے۔ حضرت مولانا کئی موقعوں پر فقہائے کرام اور معروف فقہی جزئیات سے اختلاف فرماتے ہیں مگر اس کا بہت واضح اظہار نہیں کرتے، صرف اپنی رائے یا فتویٰ لکھ دیتے ہیں، اسی میں حضرت مولانا کا فقہی تعقیق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ صحیح بخاری کے بارے میں ائمہ محدثین کا ارشاد ہے: ”فقہ البخاری فیہ نور اجملہ“ اسی طرح حضرت مولانا کی شان تظہر کا، ان ہی اختلافی فیصلوں اور جزئیات میں مشاہدہ کیا جانا چاہئے۔

ہوتا تو یہ چاہئے تھا، کہ حضرت مولانا گنگوہی کے اس مجموعہ فتاویٰ کو خاص توجہ اور گہری نظر سے بار بار پڑھ کر اس کا بہتر تجزیہ کیا جاتا، جو مسائل فقہائے متاخرین کے مطابق نہیں ہیں، ان کی وجہ تلاش کی جاتی اور تالیفات سے، فقہی اصول اخذ کئے جاتے (۴) ان کو نئے مسائل و مباحث کے حل کرنے میں رہنما اور اساس قرار دے کر، اسی نہج پر اور مسائل حل کرنے کی کوشش ہوتی، حضرت گنگوہی کی فقہی فکر اور نظریہ کو آگے بڑھایا جاتا، اس کے لئے متقدمین کی کتابوں سے دلائل و توثیق فراہم کی جاتی، حضرت مولانا نے جو متعدد مسائل میں، بالکل نئے مگر نہایت محکم استدلال کئے ہیں، ان کی معنویت کیا ہے، اس پر غور و فکر کیا جاتا، حضرت مولانا نے متعدد مسائل میں خفی مسلک سے تجاوز کرتے ہوئے، جو فتاویٰ صادر کئے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کی اور اس سمت میں رہنمائی فرمائی، مثلاً جس کا شوہر غائب ہو، مالکیہ کے فتوے کے مطابق چار سال بعد، اس کا فسخ نکاح اور دوسرے نکاح کی اجازت، جس کو حضرت مولانا تھانوی نے ”الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ“ میں مرتب عدنان فرمایا ہے اور برصغیر ہند میں تمام احناف کے یہاں اسی پر عمل ہے۔ یہ دراصل حضرت مولانا گنگوہی کی ہی فکر ہے جو ان کو ان کے اساتذہ [خصوصاً مفتی صدر الدین آزرودہ] اور خاندان کے علماء [مولانا قاضی سراج الدین گنگوہی] وغیرہ سے ملی تھی، حضرت مولانا گنگوہی اس پر عمل بھی کیا اور اس کے مطابق فتویٰ دینے کی ہدایت بھی فرمائی۔

اسی طرح حضرت مولانا کی، مولانا تھانوی کو یہ ہدایت و وصیت کہ معاملات کے جن مسائل میں، احناف کے یہاں کم گنجائش ہے مگر لوگ عموماً اس میں مبتلا ہیں، ان میں دوسرے مسلک کے مطابق، جس میں گنجائش اور جواز ہے، فتویٰ دے

(۱) حضرت مولانا کی تقریر تالیف سبیل ارشاد اور سہ ماہیات کی تحقیق و حقیقت پر مدہر است، جو حضرت مولانا شرف علی تھانوی سے ملتی تھی اس میں خاص مددگار ہو سکتی ہیں۔

(۲) علامہ ابن زیدہ، اناسک، پایہ تمام مولانا محمد نجفی کا مدہر ملوی، [جالی انیم سادہ صوره] نیز زبدۃ الاناسک مع مدۃ الاناسک از مولانا شیر محمد صاحب سندھی، ص ۱۶

۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۲ء

دیتا چاہئے۔ اور بھی کئی گوشے اور کئی عنوانات و مباحث ایسے تھے، کہ ان پر حضرت کی تحریرات و فتاویٰ کی روشنی میں تحقیق اور نئے مسائل کی جانب پیشرفت کی جاسکتی تھی۔

مگر ہمارے یہاں آج تک، حضرت مولانا کی شانِ تظہ، طریقہ استخراج مسائل اور ان مباحث و متعلقات پر کوئی قابل ذکر کام ہی نہیں ہوا اور جب حضرت مولانا کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے فتاویٰ کی تحقیق تلاش اور طباعت کے مسئلہ پر ہی ہم نے کوئی قدم نہیں بڑھایا، کوئی کوشش نہیں کی تو دوسرے عنوانات کی جانب کس طرح پرواز ہو سکتی تھی اور عجب نہیں کہ ہمارے محبت و تعلق کے اس دعوے کو، جو کبھی کبھی ”عشقِ سعدی تا بزانو“ کا مصداق معلوم ہوتا ہے دیکھ کر حضرت مولانا کی روح ہم جیسے نام لیواؤں کو غائب کر کے یوں کہتی ہو:

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقِ باز  
اے رویا د تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا!

افسوس!

آخر میں عرض ہے کہ حضرت مولانا کی ذات گرامی اور ان فتاویٰ پر لکھنے کے لئے، راقم کے سامنے جو اطلاعات و معلومات تھیں، مزید نظر صفحات میں ان کا کچھ حصہ آیا ہے۔ جو کچھ اس وقت تک راقم سطور کے سامنے ہے، اگر اس سب کو مرتب کر کے پیش کیا جائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ وحاشی، سو، پچھنے تین سو صفحوں کی کتاب ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ یہاں اس کا موقع نہیں تھا اس لئے اسی قدر قلیل پر اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں، واللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ان شاء اللہ حضرت پر کسی وقت ایک مستقل کتاب شائع کی جائے گی۔

وصلى الله عليه وآله وسلم والى الله تعالى على خير خلقه سيدنا  
ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين.

نور الحسن راشد کا نذر حلوی

۲۰/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com